6

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

۸ اگست ۱۹۵۸ء

قیمت ۵ آنے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

اَحادِیثُ الرَّسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم

جماعت کے ساتھ رہو

عَنْ مُعاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَاْخُذُ الشَّاذَّۃَ وَالْقَاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ وَاِیَّاکُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ وَالْعَامَّۃِ رَوَاہُ اَحْمَد۔

معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے۔ جیسا بکری کا بھیڑیا ہوتا ہے۔ جو اس بکری کو اٹھالے جاتا ہے جو ریوڑ سے بھاگ نکلی ہو یا ریوڑ سے دور چلی گئی ہو یا ریوڑ کے کنارے پر ہو۔ اور بچو تم پہاڑ کی گھاٹیوں (یعنی گمراہی) سے اور جماعت اور مجمع کے ساتھ رہو۔ (احمد)

دو چیزوں کو مضبوط پکڑ لو

عَنْ مَالِکِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِہِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ رَوَاہُ فِی الْمُوَطَّا۔

مالک بن انسؓ بطریق مرسل بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہوگے گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (موطا)

سنت پر قائم رہو

عَنْ غُضَیْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَۃً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُہَا مِنَ السُّنَّۃِ فَتَمَسُّکٌ بِسُنَّۃٍ خَیْرٌ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَۃٍ رَوَاہُ اَحْمَد۔

غضیف بن حارث ثمالی کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس قوم نے (دین میں) کوئی نئی بات نکالی۔ اس کے مثل ایک سنت اٹھالی گئی پس سنت کو مضبوط پکڑنا نئی بات نکالنے سے بہتر ہے۔

بدعتی کی تعظیم نہ کرو

عَنْ اِبْرَاہِیْمَ بْنِ مَیْسَرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَۃٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی ہَدْمِ الْاِسْلَامِ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ مُرْسَلًا۔

ابراہیم بن میسرہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے دین اسلام کو ڈھا دینے میں مدد دی۔

کتاب اللہ کی پیروی کا ثواب

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ کِتَابَ اللّٰہِ ثُمَّ اتَّبَعَ مَا فِیْہِ ہَدَاہُ اللّٰہُ مِنَ الضَّلَالَۃِ فِی الدُّنْیَا وَوَقَاہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ سُوْءَ الْحِسَابِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ مَنِ اقْتَدٰی بِکِتَابِ اللّٰہِ لَا یَضِلُّ فِی الدُّنْیَا وَلَا یَشْقٰی فِی الْاٰخِرَۃِ ثُمَّ تَلَا ہٰذِہِ الْاٰیَۃَ فَمَنِ اتَّبَعَ ہُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی رَوَاہُ رَزِیْنٌ۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جس شخص نے کتاب اللہ کا [illegible] اصل کیا اور پھر جو کچھ کتاب اللہ [illegible] ہے اس کی پیروی کی اللہ اس کو [illegible] گمراہی سے بچاکر راہ ہدایت پر رکھے گا۔ اور قیامت کے دن اس کو برے حساب سے بچائے گا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جس شخص نے کتاب اللہ کی پیروی کی وہ دنیا میں گمراہ نہ ہوگا۔ اور نہ آخرت میں بدنصیب۔ اس کے بعد ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی۔ فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی یعنی جس نے میری ہدایت کی پیروی کی وہ نہ تو گمراہ ہوگا اور نہ بدنصیب۔ (رزین)

خدا کا راستہ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِیْمًا وَعَنْ جَنْبَتَیِ الصِّرَاطِ سُوْرَانِ فِیْہِمَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَۃٌ وَعَلَی الْاَبْوَابِ سُتُوْرٌ مُرْخَاۃٌ وَعِنْدَ رَاْسِ الصِّرَاطِ دَاعٍ یَقُوْلُ اسْتَقِیْمُوْا عَلَی الصِّرَاطِ وَلَا تَعْوَجُّوْا وَفَوْقَ ذٰلِکَ دَاعٍ یَدْعُوْ کُلَّمَا ہَمَّ عَبْدٌ اَنْ یَفْتَحَ شَیْئًا مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ قَالَ وَیْحَکَ لَا تَفْتَحْہُ فَاِنَّکَ اِنْ تَفْتَحْہُ تَلِجْہُ ثُمَّ فَسَّرَہٗ فَاَخْبَرَ اَنَّ الصِّرَاطَ ہُوَ الْاِسْلَامُ وَاَنَّ الْاَبْوَابَ الْمُفَتَّحَۃَ مَحَارِمُ اللّٰہِ وَاَنَّ السُّتُوْرَ الْمُرْخَاۃَ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَاَنَّ الدَّاعِیَ عَلٰی رَاْسِ الصِّرَاطِ ہُوَ الْقُرْاٰنُ وَاَنَّ الدَّاعِیَ مِنْ فَوْقِہٖ ہُوَ الْوَاعِظُ لِلّٰہِ فِیْ قَلْبِ کُلِّ مُؤْمِنٍ رَوَاہُ رَزِیْنٌ وَرَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ وَکَذَا التِّرْمِذِیُّ عَنْہُ اِلَّا اَنَّہٗ ذَکَرَ اَخْصَرَ مِنْہُ۔

ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے ایک مثال بیان کی ہے۔ یعنی ایک راستہ سیدھا ہے۔ اور اس کے دونوں طرف دیواریں ہیں اور دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہیں اور دروازوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور راستہ کے سرے پر ایک داعی کھڑا ہوا ہے جو پکار کر کہتا ہے سیدھے راستہ پر چلے جاؤ۔ ادھر ادھر نہ ہو۔ اور اس داعی کے اوپر ایک اور داعی ہے (یعنی سرے والے داعی سے آگے کھڑا ہوا ہے) جب کوئی بندہ ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہے تو وہ (دوسرا داعی) پکار کر کہتا ہے۔ افسوس ہے تجھ پر اس کو نہ کھول اگر تو اس کو کھولے گا تو اس کے اندر داخل ہو جائے گا۔ (اور وہاں سخت تکلیف اٹھائے گا۔ یہ مثال بیان کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر اس طرح فرمائی۔ کہ سیدھا راستہ تو اسلام ہے اور (دیواروں میں) جو دروازے کھلے ہوئے ہیں ان سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو خدا نے حرام قرار دیا ہے۔ اور جو پردے (ان دروازوں پر پڑے ہوئے ہیں وہ اللہ کی حدود ہیں۔ اور وہ داعی جو سیدھے راستہ کے سرے پر کھڑا ہوا ہے قرآن ہے اور وہ داعی جو اس سے آگے کھڑا ہے وہ اللہ کا واعظ (نصیحت کرنے والا) ہے۔ جو ہر مومن کے دل میں موجود ہے۔ (رزین اور احمد اور بیہقی نے اس روایت کو نواس بن سمعان سے نقل کیا ہے۔ اور ترمذی نے بھی انہیں سے روایت کی ہے۔ مگر ترمذی نے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے)

کن کی پیروی کی جائے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ کَانَ مُسْتَنًّا فَلْیَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَاِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْہِ الْفِتْنَۃُ اُولٰٓئِکَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانُوْا اَفْضَلَ ہٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبَرَّہَا قُلُوْبًا وَاَعْمَقَہَا عِلْمًا وَاَقَلَّہَا تَکَلُّفًا اِخْتَارَ

باقی صفحہ ۱۲ پر

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۴ | جمعۃ المبارک ۲۲ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق ۸ اگست ۱۹۵۸ء | شمارہ ۱۳

گرانی کا تدارک

پاکستان کے عوام مدت سے ہوشربا گرانی کے بوجھ تلے پسے جا رہے تھے باینہمہ یہ صبر و شکر کے پتلے دم بخود تھے۔ گاہے گاہے اخبارات اور سیاسی جماعتیں ان کی ناگفتہ بہ حالت کا نقشہ پیش کر کے حکومت کو گرانی کا تدارک کرنے کی طرف متوجہ کرتی رہتی تھیں لیکن ہمارے اربابِ اقتدار یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور کانوں میں روئی ڈالے اقتدار کے نشے میں مست سوئے ہوئے تھے۔ عام انتخاب کی آمد اور مختلف سیاسی پارٹیوں کی انتخابی مہموں نے ان کو ذرا جھنجھوڑا تو اربابِ اقتدار نے کنٹرول کی خوشخبری سنا کر عوام کے دلوں کو بہلانا شروع کر دیا۔ اگرچہ ہماری رائے میں کنٹرول عوام کے لئے فائدہ مند نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارا برسرِ اقتدار طبقہ صحیح معنوں میں کنٹرول نافذ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ اس کے متعلق ہم ۲۰ر جون ۱۹۵۸ء کے شمارہ میں اظہارِ خیال کر چکے ہیں۔ تاہم عوام اس وقت کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ کہ کب کنٹرول کی خوشخبری عملی رنگ میں ان کے سامنے آتی ہے۔

کافی انتظار کے بعد جب ایوانِ حکومت میں حرکت پیدا ہوئی اور اس خوشخبری کو عملی رنگ میں پیش کرنے کا وقت آیا تو کنٹرول کی بجائے ایک کمیٹی کی تشکیل کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ تو وہی معاملہ ہوا۔ کہ "کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا" یہ کمیٹی ایک ہفتہ کے اندر اندر اپنی رپورٹ حکومت کو پیش کرے گی۔ لطف کی بات یہ ہے۔ کہ ہفتہ ختم ہوچکا ہے اور ابھی تک کمیٹی کی مکمل تشکیل نہیں ہوسکی۔ اس کے سرکاری ارکان کے ناموں کا تو اعلان کر دیا گیا ہے۔ لیکن غیر سرکاری ارکان کے ناموں کا ابھی تک اعلان نہیں کیا گیا یہ صورت حال جہاں افسوسناک ہے وہاں اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ ہمارے اربابِ حل و عقد کو عوام سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ جب کمیٹی کی تشکیل میں حکومت کی مشینری کی سُست رفتاری کا یہ عالم ہے تو ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

کے ماتحت یہ کمیٹی اپنی رپورٹ مرتب کرنے میں کتنا وقت لے گی۔ اور پھر اس کی رپورٹ پر عملدر آمد کرنے کے لئے حکومت کو کتنا وقت درکار ہوگا۔

اگر بفرضِ محال سب مرحلے بخیر و خوبی طے ہو جائیں اور ہفتہ عشرہ کے اندر کمیٹی اپنی رپورٹ بھی پیش کر دے۔ لیکن پھر بھی تجربہ شاہد ہے کہ نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا کیونکہ اس سے پیشتر اس قسم کی دو کمیٹیوں کی تشکیل ہوچکی ہے۔ لیکن کئی ماہ گزر جانے کے باوجود یہ معلوم نہ ہوسکا کہ ان کا کیا حشر ہُوا۔ پہلی کمیٹی مغربی پاکستان کے وزیرِ اعلیٰ سردار عبدالرشید خاں نے اپنے عہدہ کا چارج لیتے ہی بنائی تھی۔ لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات نکلا۔ اشیائے صرف کی قیمتوں میں کمی ہونے کی بجائے ان میں اور اضافہ ہوتا گیا۔

اس کے بعد لاہور ڈویژن کے کمشنر میجر الہ داد خاں نے اسی قسم کی ایک کمیٹی بنائی۔ اس کمیٹی کے متعلق اخبارات میں کافی عرصہ تک پروپیگنڈا ہوتا رہا لیکن بالآخر اس کا بھی وہی حشر ہُوا جو وزیرِ اعلیٰ کی کمیٹی کا ہوچکا تھا۔ نیرنگی قسمت دیکھئے کہ سردار عبدالرشید خاں کو صوبائی وزارت اور میجر الہ داد خاں کو لاہور ڈویژن چھوڑنا پڑا۔ غالباً یہ تیسری کمیٹی موجودہ وزیرِ اعلیٰ کی صوبائی وزارت سے علیحدگی کا پیش خیمہ ہوگی

قیمتوں میں روز افزوں اضافہ عوام کے لئے دن بدن ناقابلِ برداشت ہوتا جا رہا ہے۔ انسانی زندگی کے لئے جو چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ اتنی گراں قیمت پر فروخت ہو رہی ہیں۔ کہ عوام کی اکثریت ان سے محروم ہوگئی ہے۔ دودھ۔ سبزی۔ گوشت۔ چینی اور آٹا انسانی زندگی کے لازمی جزو ہیں۔ لیکن آٹے کے سوا سب چیزوں کی قیمتیں چند دن سے اتنی بڑھ گئی ہیں کہ عوام ان سے دستبردار ہونے پر مجبور ہوگئے ہیں آٹا جو ڈپوؤں سے دستیاب ہوتا ہے وہ اتنا ناقص ہے کہ روٹی توے سے اُترتے ہی فولاد سے زیادہ سخت ہو جاتی ہے۔ پیٹ میں جا کر وہ جتنی خرابیاں پیدا کرتی ہے۔ اس کا اندازہ کرنا ہو تو ہسپتالوں اور ڈاکٹروں کی دکانوں پر بھیڑ سے کر لیجئے۔

حکومت مغربی پاکستان نے حال ہی میں بعض ضروری اشیاء کی پیداوار۔ تجارت اور تقسیم پر کنٹرول کا آرڈیننس جاری کیا ہے لیکن ان میں زیادہ تر ایسی اشیاء شامل ہیں جن کے استعمال کی عوام کو بہت کم ضرورت پڑتی ہے۔ وہ زیادہ تر یا تو حکومت کے اپنے استعمال میں آتی ہیں یا پھر امیر اور سرمایہ دار طبقہ ان کو استعمال کرتا ہے۔ گویا حکومت نے اس آرڈیننس کو جاری کرتے وقت عوام کی مشکلات کو بالکل نظر انداز کر دیا۔

ہمیں موجودہ برسرِ اقتدار طبقہ سے ہرگز کوئی امید نہیں۔ ان سے کسی قسم کی امید رکھنا بھی فضول ہے۔ وہ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے عوام کے ووٹ خرید کر کے اقتدار کی کرسیوں پر متمکن ہوئے ہیں۔ ان کو عوام سے کیا ہمدردی ہوسکتی ہے۔ وہ تو ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ انتخاب میں خرچ کیا ہُوا روپیہ کس طرح وصول کیا جائے۔ ہماری رائے میں اپنی موجودہ زبوں حالی کے ذمہ دار خود عوام ہیں۔ اگر ان کو اس کا احساس ہو جائے۔ اور وہ آئندہ عام انتخابات میں اپنے ووٹ کو صحیح طریقہ سے استعمال کریں تو ان کی تمام مشکلات حل ہوسکتی ہیں۔ خدا کرے کہ عوام کو اپنے ووٹ کی قدر و قیمت معلوم ہو جائے۔

سلام

بر سیّد الانام امام الہمام ابی عبداللہ الحسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ

سلام اُس پر جو محبوب خُدا کا تھا جگر پارہ !
سلام اُس پر کہ آغوشِ علیؓ جس کا تھا گہوارہ

سلام اُس پر کہ جس کو گود میں زہراؓ کھلاتی تھیں
کبھی جھولا جھلاتی تھیں کبھی لوری سُناتی تھیں

سلام اس پر جو اہلِ بیت کی آنکھوں کا تارا تھا
علیؓ کا لاڈلا تھا اور محمدؐ کو پیارا تھا

سلام اُس پر کہ جس کو مصطفےٰؐ نے گود میں پالا
ہے شبابِ جناں میں جس کا منصب سیّد والا

سلام اس پر کہ آنحضرتؐ بٹھا کر دوشِ اقدس پر
ہنساتے تھے جیسے خود مرکبِ معصوم بن بن کر

سلام اُس پر جو آنحضرتؐ سے سجدوں میں جمٹ جاتا
اُٹھاتے سر حضورؐ اُس وقت جب از خود پلٹ جاتا

سلام اُس پر کہ حرّیت پہ جس نے جاں فدا کر دی
رُخِ اسلام سے گردِ ملوکیّت جُدا کر دی

سلام اُس پر کہ جس نے ووٹ دینا ہم کو سمجھایا
محافظ دین کا تیغوں کے سائے میں نہ گھبرایا

سلام اس پہ کہ جس نے سر کٹایا دین کی خاطر
سلام اُس پہ کہ جس نے گھر لٹایا دین کی خاطر

سلام اُس پر کہ سارا خانداں قرباں کیا جس نے
تصدّق دیں پہ گھر کا بچّہ بچّہ کر دیا جس نے

سلام اُس پر چڑھایا جس کا سر اُمّت نے نیزے پر
سلام اُس پر کہ اُمّت اسپ راں تھی جس کے لاشے پر

سلام اُس پر بھرے دریا سے جس پر بند تھا پانی
سلام اُس پہ جو دینِ حق کی کرتا تھا نگہبانی

سلام اُس پر کہ بچّے جس کے پانی کو ترستے تھے
طلب کرتا وہ جب پانی تو تیر اُس پر برستے تھے

سلام اُس پر کہ جس کی حُبّ سرمایۂ ایماں ہے
سلام اُس پر کہ جس سے بغض و کینہ کفر و عصیاں ہے

عتیقؔ اُس شہ پہ قرباں جامِ کوثر جو پلائے گا
حسینؓ ابن علیؓ محشر میں اُمّت بخشوائیگا

میر عبدالحق عتیقؔ زہری خانیوال ضلع ملتان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق یکم اگست ۱۹۵۸ء

آج کی معروضات کے پانچ حصے ہیں

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

پہلا حصہ

انسانوں کا دولتمند طبقہ انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرتا رہا ہے۔ اس کے متعلق قرآن مجید کی متعدد شہادتیں۔

دوسرا حصہ

دولتمندوں پر عذاب الٰہی نازل ہونے کے وقت کا نقشہ

تیسرا حصہ

اللہ تعالیٰ پہلے قرن کو ہلاک کر کے دوسرے قرن کو یکے بعد دیگرے پیدا کرتا رہا ہے۔

چوتھا حصہ

تمام قرون انبیاء علیہم السلام کے ساتھ استہزاء (ٹھٹھا) کیا کرتے تھے۔ پھر وہی عذاب ان پر نازل ہوا۔ جس کے متعلق ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔

پانچواں حصہ

دولتمندوں کی مخالفت اور ایذا دہی کے وقت امداد الٰہی آنے تک صبر کی تلقین۔

پہلے حصہ کی تفصیل

انسانوں کا دولتمند طبقہ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرتا رہا ہے۔ اس کے متعلق قرآن مجید کی

متعدد شہادتیں

پہلی

(كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝)

سورہ الشعراء رکوع ۶ پارہ ۱۹

ترجمہ۔ نوحؑ کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا جب ان کے بھائی نوحؑ نے کہا۔ کیا تم ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لئے امانتدار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو۔ اور میرا کہا مانو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔ سو اللہ سے ڈرو۔ اور میرا کہا مانو۔ انہوں نے کہا۔ کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں حالانکہ تیرے تابع تو کمینے لوگ ہوتے ہیں۔

نوح علیہ السلام کے غریب صحابہ کرام کو کمینہ کہنے والے یہ متکبر دولتمند ہی تھے۔

حاشیہ شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

"کمینے کہا۔ محنتی لوگوں کو۔ ہر پیغمبر کے ساتھ اول غریب ہوتے ہیں۔ سو فرمایا مجھ کو ان کا صدق قبول ہے۔ ان کے کام سے کیا غرض کہ ان کا پیشہ کیا ہے۔"

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔ یعنی تھوڑے کمینے اور نیچ قوم کے لوگ اپنی نمود کے لئے تیرے ساتھ ہو گئے ہیں۔ بھلا یہ کیا اونچے کام کریں گے۔ اور ہمارا فضل و شرف کب اجازت دے سکتا ہے۔ کہ ان کمینوں کے دوش بدوش تمہاری مجلس میں بیٹھا کریں۔ پہلے تو آپ ان کو اپنے یہاں سے کھسکائیے۔ پھر ہم سے بات کرنا۔

دوسری

(ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝)

سورہ المومنون رکوع ۳ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ پھر ہم ان (نوح علیہ السلام والوں) کے بعد ایک دوسرا دور پیدا کیا۔ پھر ان میں بھی انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ کہ اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لئے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ اس کی قوم کے سرداروں نے کہا۔ جنہوں نے کفر کیا تھا۔ اور قیامت کی آمد کو جھٹلاتے تھے۔ اور جنہیں ہم نے دنیا کی زندگی میں آسودہ کر رکھا تھا۔ کہ یہ بس تمہیں جیسا آدمی ہے۔ وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو۔ اور وہی پیتا ہے۔ جو تم پیتے ہو۔ اور اگر تم نے اپنے جیسے آدمی کی فرمانبرداری کی۔ تو بیشک تم گھاٹے میں پڑ گئے۔ کیا تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے۔ تو تم نکالے جاؤ گے۔ بہت ہی بعید بہت ہی بعید بات ہے۔ جو تم سے کہی جاتی ہے۔"

جھٹلانے والے دولتمند ہی تھے

مذکورۃ الصدر آیات میں حضرت نوحؑ کے بعد آنے والے پیغمبر کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ میں ترجمہ کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ "اس کی قوم کے سرداروں نے کہا۔ جنہوں نے کفر کیا تھا اور قیامت کی آمد کو جھٹلاتے تھے۔ اور جنہیں ہم نے دنیا کی زندگی میں آسودہ کر رکھا تھا۔

تیسری

(وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولتمندوں کو کوئی حکم دیتے ہیں۔ پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں۔ تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اور ہم اسے برباد کر دیتے ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی جب بد اعمالیوں کی بدولت کسی بستی کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو یوں ہی پکڑ کر دفعۃً ہلاک نہیں کر دیتے۔ بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دی جاتی ہے۔ اول پیغمبر یا اس

کے نائبین کی زبانی خدائی احکام ان کو پہنچائے جاتے ہیں۔ خصوصاً وہاں کے امراء اور بارسوخ لوگوں کو جن کے ماننے یا نہ ماننے کا اثر جمہور پر پڑتا ہے۔ آگاہ کیا جاتا ہے۔ جب یہ بڑی ناک والے سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رد کر دیتے اور اور کھلی نافرمانیاں کرکے تمام بستی کی فضا کو مسموم و مکدر بنا دیتے ہیں۔ اس وقت وہ بستی اپنے کو علانیہ مجرم ثابت کرکے عذاب الٰہی کی مستحق ہو جاتی ہے۔ (نعوذ باللہ من شرور انفسنا)

چوتھی

(حَتّٰٓی اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْئَرُوْنَ ۝ لَا تَجْئَرُوا الْیَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ۝ مُسْتَكْبِرِیْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ۝)

سورہ المومنون رکوع ۴ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ یہاں تک جب ہم نے ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں پکڑا فوراً وہ چلائے (ہم نے کہا) آج کے دن مت چلاؤ۔ بیشک تم ہم سے چھڑائے نہ جاؤگے تمہیں میری آیتیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم ایڑیوں پر اُلٹے بھاگتے تھے۔ غرور میں آکر اسے کہانی سمجھ کر چلے جایا کرتے تھے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

میری قوم کے عزیز نونہالو

کیا جتنا تمہیں بڑے بڑے ضخیم انگریزی اخباروں یا لاہور سے کراچی کے سفر میں طرح طرح کے ناولوں کے پڑھنے کا شوق ہے۔ اس سے سوواں حصہ بھی اللہ تعالےٰ کی کلام پاک (قرآن مجید) کے پڑھنے کا شوق ہے۔ اگر قیامت کے دن یہ سوال ہوا۔ کہ میرے پیش کردہ مکمل ضابطہ حیات انسانی (قرآن مجید) اور میرے آسمان سے نازل کردہ دستور العمل انسانی (قرآن مجید) اور میرے پیش کردہ تیری دنیا اور آخرت کے رہبر (قرآن مجید) کو کتنا پڑھا کرتے تھے۔ اور اس کے احکام میں کتنا غور و خوض کیا کرتے ہیں۔ اور یورپین زبان (انگریزی) میں مہارت پیدا کرنے کے لئے کتنے سال اور کتنے ماسٹروں اور کتنے پروفیسروں کے سامنے زانو ادب تہ کئے تھے۔ اور میرے فرمان واجب الاذعان کی زبان (عربی) کو سمجھنے۔ بلکہ میرے شاہنشاہی فرمان کے سمجھنے کے لئے کتنے ماہرین اور مستند علماء دین کے سامنے زانوء ادب تہ کئے تھے

پھر سوچ لو

کہ اگر قیامت کے دن احکم الحاکمین۔ شاہنشاہ حقیقی کے دربار میں یہ سوالات پیش ہوئے۔ تو کیا جواب دوگے۔ اس لئے مذکور الصدر سوالات کے جوابات فوراً سوچ لو۔ خدا جانے۔ اس جہان سے کوچ کرنے کا حکم کس وقت آجائے۔

یہ ضروری نہیں

کہ آپ نے بوڑھے ہو کر ہی مرنا ہے کیا ایسے واقعات دنیا میں ہمیں غفلت سے جگانے کے لئے ہمارے سامنے نہیں آتے۔ کہ باپ بیٹے کو دفن کرتا ہے۔ دادا پوتے کو دفن کرتا ہے۔ نانا نواسے کو دفن کرتا ہے۔ ماں بیٹی کو بجائے دلہن بنا کر گھر سے رخصت کرنے کے کفن پہنا کر رخصت کرتی ہے۔ اے میرے غافل نوجوانو سنبھلو۔ جاگو۔ وہ کریئے جس کے کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ اے عزیز نوجوانو۔ قرآن مجید نے جو قوموں کی تاریخ کے صحیح اور بالکل واقعی قصے بیان کئے ہیں انہیں پڑھو۔ اور ان کی روشنی میں اپنی اصلاح کر لو۔

کہیں ایسا نہ ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے والے علماء بے لالچ اور بے طمع ہو کر محض اپنے لئے اللہ تعالےٰ کی رضا اور تمہاری خیر خواہی کے لئے پیغام حق تمہیں پہنچائیں۔ اور آپ یہ کہکر ان اللہ کے بندوں کی توہین کی خاطر ان کا مذاق اڑائیں۔ "ملّا کیا جانتے ہیں۔" "ملّا کو آتا ہی کیا ہے۔" اے عزیز نوجوان۔ اگر اہل حق علماء کرام نے وہ کیا۔ اور آپ نے یہ کہکر ٹال دیا تو پھر ایسے ناعاقبت اندیشوں کے لئے دوزخ میں جلنے کے بعد

یہ نقشہ پیش ہوگا

(اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِیًّا حَتّٰٓی اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِیْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝)

سورہ المومنون رکوع ۶ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے۔ اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی۔ اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر پھر کریں۔ تو بیشک ظالم ہونگے۔ فرمائیگا۔ اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو۔ اور مجھ سے نہ بولو۔ میرے بندوں میں سے ایک گروہ تھا۔ جو کہتے تھے۔ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ تو ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر اور تو بہت رحم کرنے والا ہے۔ سو تم نے ان کی ہنسی اڑائی۔ یہاں تک کہ انہوں نے تمہیں میری یاد بھی بھلا دی۔ اور تم ان سے ہنسی ہی کرتے رہے۔ آج میں نے انہیں ان کے صبر کا بدلہ دیا۔ کہ وہی کامیاب ہوئے۔

ہنسی اڑانے کا نتیجہ

انسان خود احکام شرعیہ پر عمل نہ کرے۔ اور عمل کرنے والوں کا مذاق اڑائے۔ تو اس کا نتیجہ آخرت میں یہ نتیجہ نکلے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دوسرے حصّہ کی تفصیل

دولتمندوں پر عذاب الٰہی نازل ہونے کے وقت کا نقشہ

(وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ۝ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَرْكُضُوْنَ ۝ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰی مَآ اُتْرِفْتُمْ فِیْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ۝ قَالُوْا یٰوَیْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰی جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ ۝)

سورۃ الانبیاء رکوع ۲ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ظالم تھیں غارت کر دیا ہے۔ اور ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔ پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی۔ تو وہ فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔ مت بھاگو۔

اور لوٹ جاؤ۔ جہاں تم نے عیش کیا تھا۔ اور اپنے گھروں میں جاؤ۔ تا کہ تم سے پوچھا جائے ۔ کہنے لگے ۔ ہائے ۔ ہماری کمبختی ۔ بیشک ہم ہی ظالم تھے۔ سو ان کی یہی پکار رہی۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں ایسا کر دیا ۔ جس طرح کھیتی کٹی ہوئی ہو۔ اور وہ بُجھ کر رہ گئے۔

عذاب الٰہی آنے کے وقت کا نقشہ

مذکورۃ الصدر آیات میں عذاب الٰہی کا جو نقشہ دکھایا گیا ہے۔ اس میں یہ چیزیں دکھائی جا رہی ہیں (۱) اللہ تعالےٰ نے ان کا ستیاناس کر دیا ۔ (۲) پہلی قوم کو تباہ کرکے اس کی جگہ دوسری قوم لاکر آباد کر دی (۳) جب قوم پر عذاب الٰہی آیا تو مکانات چھوڑ کر بھاگنے لگے (۴) ارشاد ہُوا۔ اب کیوں بھاگتے ہو ۔ آؤ۔ اپنے عیش و عشرت کے سامانوں اور اپنے تیار کردہ مکانوں میں ٹھہرو ۔(۵) واپس تو نہ لوٹے ۔ ہاں یہ ضرور اقرار کیا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کے باعث ہم ہی بے انصاف تھے (۶) جب تک جان میں جان رہی ۔ اس وقت تک یہی الفاظ ان کے مونہوں سے نکلتے رہے۔ (۷) یا بآں شورا شوری یا بایں بے نمکی ۔ ایسے فنا ہُوئے جس طرح کٹی ہُوئی کھیتی ہوتی ہے۔ یا اس کا وہ لہلہانا اور یاکٹ کر معدوم ہو جانا ۔ اور یا جس طرح آگ بجھ جائے۔ بجھنے کے بعد نہ اس میں وہ گرمی رہی اور نہ شعلہ ہی رہا۔ جو اُبھر اُبھر کر نکل رہا تھا۔

تیسرے حصّہ کی تفصیل

اللہ تعالےٰ پہلے قرن کو ہلاک کرکے پھر دوسرے قرن یکے بعد دیگرے پیدا کرتا رہا ہے

(أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ○)

سورہ الانعام رکوع ۱ پارہ ۷

ترجمہ۔ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی اُمّتیں ہلاک کر دیں ۔ ہم نے انہیں زمین میں وہ اقتدار بخشا تھا ۔ جو تمہیں بخشا ۔ اور ہم نے ان پر آسمان سے خوب بارشیں برسائیں ۔ اور ان کے نیچے نہریں بہادیں پھر ہم نے انہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر دیا ۔ اور ہم نے ان کے بعد اور اُمّتوں کو پیدا کیا ۔

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اطلاع دے رہا ہے۔ کہ ہم نے کئی قوموں کو دُنیا میں سلطنت عطا فرمائی ۔ اور ان کے ملک میں موسلا دھار بارش برسائی ۔ اور ان کے ملک میں دریا بھی بہا دیئے تاکہ ہر موسم میں انہیں کھیتی باڑی یا باغات کے لئے پانی بافراط میسر آسکے ۔ پھر جب اُنہوں نے اللہ تعالےٰ کی ہر قسم کی نعمتوں سے مالامال ہو کر بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے تجویز شدہ بندگی کے فرائض ادا نہ کئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو برباد کرکے اپنی زمین کو دوسری قوم سے آباد کر دیا ۔ انہوں نے بھی پہلوں کی طرح فرائض بندگی اور قانون الٰہی کا لحاظ نہ رکھا تو وہ بھی تباہ کر دیئے گئے ۔

باشندگانِ پاکستان کے لئے عبرت

اے پاکستان میں رہنے والے میرے بھائیو۔ آپ سب کو دعوت دیتا ہوں ۔ کہ اللہ تعالےٰ کا جو قانون گزشتہ سطور میں پیش کر چکا ہوں اس کو بار بار پڑھئے ۔ اور پھر اپنی حالت پر غور کیجئے ۔ کہ اس اعلانِ شاہنشاہی کو پڑھ کر آپ کا ضمیر اپنی پاکستانی قوم کے لئے کس فیصلہ کا تقاضا کر رہا ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ اپنے پاکستان کے حالات سے واقف ہیں تو آپ کا ضمیر غلط فیصلہ نہیں کریگا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

چوتھے حصّہ کی تفصیل

تمام قرون انبیاء علیہم السلام کے ساتھ استہزاء (ٹھٹھا) کیا کرتے تھے ۔ پھر وہی عذاب ان پر نازل ہُوا جس کے متعلق ٹھٹھا کیا کرتے تھے ۔

(وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ○ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ○)

سورہ الانعام رکوع ۱-۲ پارہ ۷

ترجمہ ۔ تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اُڑایا جا چکا ہے ۔ پھر جن لوگوں نے ان سے مذاق کیا تھا ۔ انہیں اسی عذاب نے آگھیرا ۔ جس کا مذاق اُڑاتے تھے ۔ کہدو ۔ کہ ملک میں . . . . . صبر کرو ۔ پھر دیکھو ۔ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہُوا ۔

مزید حاشیہ آرائی

شاہنشاہی اعلان سابق پر کسی مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں اپنے پاکستانی بھائیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے اس اعلان کو بار بار پڑھیں اور اس کی روشنی میں اپنے اعمال کا جائزہ لیں ۔ کہ کہیں ہم بھی انہیں آیات کا مصداق تو نہیں بن رہے ؎

حافظ وظیفۂ تو دُعا گفتن است وبس
در بند ایں مباش کہ نشنید یا شنید

انبیاء سابقین علیہم السلام ایذا دہی پر صبر کرتے رہے

(وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَإِ الْمُرْسَلِينَ ○) سورہ الانعام رکوع ۴ پارہ ۷

ترجمہ ۔ اور بہت سے رسول تم سے پہلے جھٹلائے گئے ہیں ۔ پھر اُنہوں نے جھٹلائے جانے پر صبر کیا ۔ اور ایذا دیئے گئے ۔ یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد پہنچی ۔ اور اللہ کے فیصلے کوئی بدل نہیں سکتا ۔ اور تمہیں پیغمبروں کے حالات کچھ پہنچ چکے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے کی تلقین

(فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ۚ بَلَاغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ○)

سورہ الاحقاف رکوع ۴ پارہ ۲۶

ترجمہ ۔ پھر صبر کر ۔ جیسا کہ عالی ہمّت رسولوں نے کیا ہے ۔ اور ان کے لئے جلدی نہ کر ۔ گویا کہ وہ جس دن (عذاب) دیکھیں گے ۔ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے ۔ (تو انہیں ایسا معلوم ہوگا) کہ ایک دن میں سے ایک گھڑی بھر رہے تھے ۔ آپ کا کام پہنچا دینا تھا ۔ سو کیا نافرمان لوگوں کے سوا اور کوئی ہلاک ہوگا ۔

حضور انور کے صحابہ کرام کو صبر کرنے کی تلقین

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ○)

سورہ الانفال رکوع ۶ پارہ ۱۰

ترجمہ - اے ایمان والو - جب کسی فوج سے ملو - تو ثابت قدم رہو - اور اللہ کو بہت یاد کرو - تاکہ تم نجات پاؤ - اور اللہ اور اُس کے رسول کا کہا مانو - اور آپس میں نہ جھگڑو - ورنہ بُزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی - اور صبر کرو - بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے -

سچّے - اصلی اور کھرے دین کا جھنڈا بلند کرنے والوں کے لئے

عبرت

سابقہ تین عنوانوں سے اصلی اور کھرے دین کا جھنڈا ہاتھ میں لینے والوں کے لئے عبرت (نصیحت) ہے - چونکہ دُنیا کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ہمیشہ باطل پرستوں کی کثرت اور حق پرست قلت میں رہے ہیں - اس لئے ہمیشہ سے اللہ تعالےٰ حق پرستوں کو مصائب جھیلنے اور حق کا ساتھ نہ چھوڑنے کی تلقین فرماتے آئے ہیں - اسی طرح اب بھی دُنیا میں باطل پرستوں کی کثرت اور حق پرستوں کو ہر ممکن طریقہ سے ستائیں گے - ایسے پریشان کن اور نازک وقت میں مسلمانوں کے لئے فقط یہی دستور العمل معلوم ہوتا ہے - کہ مصائب جھیلیں - بے عزتی برداشت کریں - اور جہاں تک ممکن ہو حق کے جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیں - تا آنکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مدد آئے - اور باطل حق کے جھنڈے کے سامنے سرنگوں ہو جائے - اور یا علمبرداران حق ایمان کا نور سینے میں چھپا کر قبروں میں جا لیٹیں - اور حق کی حمایت اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے ختم ہو جائیں - دُنیا کی تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیجئے - کہ حق پرست حضرات مرتے دم تک حق کی حمایت کرتے رہے - اس کے بعد معاملہ کو سپردِ خدا کر کے دُنیا سے اُٹھ گئے - ان کے بعد اللہ تعالےٰ نے حق کا جھنڈا بلند کرنے والے اور پیدا کر دیئے - اور ان کے شمشیر زن ہاتھوں نے کفر کو شکستِ فاش دی - اور حق کا سر اُونچا کر دیا -

غرضیکہ

باطل کی ریشہ دوانیوں اور باطل پرستوں کی حمایت باطل سے حق پرستوں نے ہمیشہ مصیبتیں جھیلیں - مگر بالآخر اللہ تعالےٰ کی حمایت حق کے لئے ظہور میں آئی - تو سوائے ان چند حق پرستوں کے قوموں کی قومیں غضب الٰہی نے تباہ کر کے رکھ دیں - کہ ان میں سے ایک آدمی بلکہ ایک بچّہ بھی بچنے نہ پایا - اے حق پرست مسلمان - مندرجۂ ذیل

اعلانِ الٰہی

تیرے دل کا سہارا ہے - (سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ٥)

سورۃ الاحزاب رکوع ۸ پارہ ۲۲

ترجمہ - یہی اللہ کا قانون ہے - ان لوگوں میں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں - اور آپ اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی ہرگز نہ پائیں گے -

حق پرست کون لوگ ہیں

آسمان سے نازل شدہ حق کا مجموعہ قرآن مجید ہے اور اس کی شرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں جنہیں مسلمانوں کی اصطلاح میں حدیث شریف کہا جاتا ہے - جو انسان ان دو چیزوں کو اپنا دستور العمل مان لے - وہ حق پرست ہے - خواہ وہ عالم ہو یا جاہل - بادشاہ ہو یا گداگر - امیر ہو یا غریب - عربی ہو یا عجمی - ایشیا کا باشندہ ہو یا یورپ کا - گورا ہو یا کالا - مقرر سحر بیان ہو یا گونگا - تیز نگاہ والا ہو یا نپٹ اندھا - مذکورۃ الصدر سب انسان ایک ہی خاندانِ اسلام کے سب افراد ہیں - اور اسی چیز کا نام اسلامی برادری ہے - اسلام کی اسی خوبی کا ذکر شاعر نے کیسے عجیب پیرایہ میں بیان کیا ہے -

شعر

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم -

مجلسِ ذکر: منعقدہ جمعرات ۱۳ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی -

ہادی کی ضرورت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اَمَّا بَعْدُ - اس مجلس مبارکہ میں ہر جمعرات کو بعض احباب نئے ہوتے ہیں - اس لئے مجھے ان کی اطلاع کے لئے ہر دفعہ اس مجلس کی غرض و غایت بیان کرنی پڑتی ہے - اگر ایک جماعت ہوتی - تو ایک دفعہ ہی اس کی غرض و غایت بیان کر دینی کافی ہوتی - دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہ پڑتی - ہم اللہ تعالیٰ کے قانون اور ضابطہ کے پابند ہیں - اس لئے ہمیں یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے - کہ اس نے ہمیں کیوں پیدا کیا؟ جس غرض کے لئے پیدا کیا ہے - اسکے متعلق وہ خود فرماتا ہے -

(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥)

سورہ الذاریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ - اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے - فارسی میں کسی نے اس کو یوں بیان کیا ہے ؎

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

بندگی کا سبق پڑھانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے - سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - حضورؐ بھی بندگی کا سبق پڑھانے کے لئے تشریف لائے - یہی سبق یاد دلانے کے لئے یہ مجلس منعقد کی جاتی ہے -

انسان کو دو قسم کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں - ۱ - ظاہری یا جسمانی - ۲ - باطنی یا روحانی - جسمانی بیماریوں کی سمجھ تو گزشتہ رات پیدا ہونے والے بچّے کو بھی ہوتی ہے وہ بول نہیں سکتا - لیکن جسم کے کسی عضو میں درد ہو تو چیختا اور چلاتا ہے - بچّے سے لے کر بوڑھے تک - گدا سے لے کر شاہ تک - غریب سے لے کر امیر تک سب جسمانی بیماریوں کو سمجھتے ہیں - روحانی بیماریوں کی اطلاع فقط ہادی دیتا ہے - اصل

ہادی اللہ تعالےٰ ہے۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہادی ہیں۔ پھر ہادی وہ ہے جس کی زبان سے قرآن بولے۔ جو اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے۔ اور جس کی زبان سے حدیث بولے جو حضورؐ کا فرمان ہے۔ بولتے سب ہیں۔ کالجوں کے پرنسپل اور پروفیسر۔ ہائی سکول۔ مڈل سکول اور پرائمری سکول کے ٹیچر سب بولتے ہیں۔ لیکن ان میں ایک بھی ہادی نہیں۔

انگریز نے تو پرائمری سے لے کر ایم اے تک نصابِ تعلیم میں کلمہ بھی نہیں رکھا تھا۔ اس بے ایمان نے اللہ تعالےٰ کا نام نصابِ تعلیم سے کھرچ کر رکھ دیا تھا

جب تک ہادی نہ بتلائے روحانی بیماریوں کا پتہ نہیں لگتا۔ ہادی پہلے ان کا احساس دلاتا ہے اور پھر علاج اور پرہیز تجویز کرتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالےٰ کے فضل سے آہستہ آہستہ شفا ہو جاتی ہے۔ اگر روحانی بیماریوں سے شفایاب ہو کر نہ گئے تو قبر جہنّم کا گڑھا بن جائے گی۔ میں مسلمان نوجوان سے کہا کرتا ہوں۔ اے نوجوان! یا تو مان جا کہ حضورؐ کا فرمان ٹھیک ہے۔ کہ قبر جہنّم کا گڑھا یا بہشت کا باغ ہوتی ہے۔ یا ۱۴ سال کے اخراجات میرے پاس لا کر جمع کرا دے۔

اے نوجوان تو نے ۱۴ سال باپ کی کمائی کھا کر بی۔ اے کی ڈگری پائی تھی۔ ادھر بھی ایسا کرنا پڑے گا۔ ہم تمہیں بھیک مانگ کر مفت کیوں کھلائیں؟ پہلے تمہیں ٹیسٹ کریں گے کہ نورِ فطرت بجھ تو نہیں گیا۔ بعض اوقات نورِ فطرت بجھ بھی جاتا ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ)

سورہ البقرہ رکوع ۱ پارہ ۱

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ انکار کر چکے ہیں برابر ہے انہیں تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اگر نورِ فطرت بجھ نہیں گیا اور تو مسخ نہیں ہو گیا تو پھر تمہیں کسی کامل کے پاس لے جائیں گے اور ان سے عرض کریں گے۔ کہ حضرت! یہ نوجوان باطن کا اندھا ہے۔ اس کی تربیت فرمائیے وہ تمہاری تربیت فرمائیں گے۔ جس دن تمہاری روحانی تکمیل ہو جائیگی اور کامل تمہیں حضرت کاملاً کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیگا تو پھر میانی صاحب میں جا کر دس یا بارہ قبریں پھر جانا تو ایک منٹ سے پہلے پہلے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس کی قبر دوزخ ہے اور اس کی بہشت ہے۔

عالمِ ملکوت کے حالات ان آنکھوں سے نظر نہیں آتے۔ ان کو دیکھنے کے لئے دل کی آنکھوں کی ضرورت ہے۔ دل کی آنکھوں کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

(فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ۝)

سورہ الحج رکوع ۶ پارہ ۱۷

ترجمہ پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں بینا سارے اندھا کوئی۔ میں کہتا ہوں اندھے سارے بینا کوئی سے رنگی کو نارنگی کہیں۔ دودھ کڑھے کو کھویا چلتی کو گاڑی کہیں۔ دیکھ کبیرا رویا

لاہور کی آبادی چودہ لاکھ بتلائی جاتی ہے۔ اگر ایک لاکھ میں ایک بینا ہوتا تو لاہور میں چودہ ہونے چاہئے تھے۔ اگر لاہور میں چودہ بینا ہوتے تو لاہور جگمگا اُٹھتا۔ اب لاہور اندھیر نگری ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ یہ اندھوں کا جہان ہے۔ یہاں ایماندار کو بے ایمان اور بے ایمان کو ایماندار کہا جاتا ہے۔ مولوی بے ایمان ہے۔ اور شرابی۔ زانی ایماندار ہیں۔ مولوی وہ ہے جو قرآن مجید اور حدیث شریف کا عالم ہو۔ نقلِ کفر کفر نباشد۔ مکّہ معظمہ میں ایک ہی پاگل تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم۔ اور باقی سب عقلمند۔ حالانکہ حضورؐ اَعْقَلُ اَھْلِ الْاَرْضِ تھے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو تسلّی دیتے ہیں۔

(نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝ مَا اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۝) سورہ القلم رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ قلم کی قسم ہے اور جو اس سے لکھتے ہیں۔ آپ اللہ کے فضل سے دیوانہ نہیں ہیں۔ اور آپ کے لئے تو بے شمار اجر ہے۔

اگر ایک شخص کے دو بیٹے ہوں ایک مولوی ہو اور دوسرا بی۔ اے۔ لاہوریوں کے ہاں مولوی بے ایمان اور بی۔ اے ایماندار ہوگا۔ میں کہا کرتا ہوں کہ میری قوم مالیخولیا کی مریض ہے جو دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست سمجھتی ہے۔ مالیخولیا کا مریض اپنے بھائی کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ حالانکہ بھائی کے دل میں درد ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کو شفا عطا فرمائے۔ وہ زبردستی اس کے منہ میں لکڑی ڈال کر دوا پلاتا ہے۔ اس کا دل چاہتا ہے کہ پتھر مار کر بھائی کا سر پھوڑ ڈالے۔ دوسرے اس سے مذاق کرتے رہتے ہیں اور وہ ان میں خوش رہتا ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اگر امراضِ روحانی سے شفایاب ہو کر نہ گئے تو قبر جہنّم کا گڑھا بن جائیگی۔ ایسے شخص کی قبر کے اُوپر اگر اُس کے بیٹوں نے سنگ مرمر کا تعویذ بنا دیا تو کیا مردہ بخشا جائے گا؟ قبر چونے گچ اور مردہ بے ایمان۔ بعض اللہ کے نیک بندوں کی قبر کا نشان بھی نہیں ہوتا۔ لیکن امراضِ روحانی سے شفایاب ہونے کی وجہ سے قبر بہشت کا باغ بنی ہوئی ہوتی ہے ؎

برمزارِ ما غریباں نے چراغ نے گلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

عام طور پر ۵۰۰ روپیہ تنخواہ پانے والا افسر ۷۰ روپیہ تنخواہ والے کلرک کو گھٹیا سمجھتا ہے۔ اسی طرح کوٹھی والا جھونپڑی والے کو اور سوٹ بوٹ والا کھدّر والے کو گھٹیا سمجھتا ہے۔ یہ کبر ہے۔ کبر مہلک روحانی بیماری ہے۔ اس کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَّنَعْلُہٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ۔ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (رواہ مسلم) (باب الغضب والکبر)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا۔ وہ جنّت میں نہ جائیگا۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو (کیا یہ بھی تکبّر میں داخل ہے) آپ نے فرمایا خداوند تعالےٰ جمیل ہے۔ اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ اور تکبّر کہتے ہیں حق کو باطل کرنا۔ اور لوگوں کو ذلیل و حقیر سمجھنا۔

ہادی رُخ پھیر دیتا ہے بشرطیکہ اس پر اعتماد ہو۔ ہادی یہ تعلیم دیگا۔ کہ بیٹا خدا کے ہاں دولت کی کوئی قیمت نہیں۔ اگر اس کے

ہاں دولت کی قیمت ہوتی تو فرعون غرق نہ ہوتا۔ فرعون کے دل میں کبر تھا۔ اس لئے وہ اپنے مقابلہ میں موسےٰؑ کو ذلیل سمجھتا تھا۔ وہ بے ایمان کتا تھا۔

(وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِہٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ج اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ مَھِیْنٌ ۵ وَلَا یَکَادُ یُبِیْنُ ○ فَلَوْلَآ اُلْقِیَ عَلَیْہِ اَسْوِرَۃٌ مِّنْ ذَھَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ مُقْتَرِنِیْنَ ○)

سورۃ الزخرف رکوع ۵ پارہ ۲۵

ترجمہ۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرکے کہہ دیا۔ اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کی بادشاہت نہیں اور کیا یہ نہریں میرے (محل کے) نیچے سے نہیں بہ رہی ہیں پھر تم کیا نہیں دیکھتے۔

کبر کی وجہ سے فرعون کا بیڑا غرق ہُوا۔ اور موسےٰؑ کامیاب ہوئے۔ ہادی اپریشن کریگا۔ وہ مغرور اور متکبر انسان سے کہے گا کہ اے بدنصیب! تو مردود ہے۔ دولت کی وجہ سے تو سینما جاتا ہے اور زنا کرتا ہے۔ اور جس غریب کو تو ذلیل سمجھتا ہے ممکن ہے اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کی قیمت زیادہ ہو۔ وہ اللہ تعالےٰ کے دربار کا درباری ہو۔ اس کے پاس پیسہ ہی نہیں کہ سنیما جائے۔ اس مجلس میں آنے سے آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ بعض اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں کہ لاہوری ان کے مُنہ پر تھوکنا بھی اپنی کسرِ شان سمجھیں۔ لیکن اُن کے جوتے پر بھی خدا رحمت اور ان کے ہیٹ پر لعنت نازل ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ہے مبالغہ نہیں جس طرح بارش جب ہوتی ہے تو جوتا بھی بھیگ جاتا ہے۔ اسی طرح جب کسی وجود پر اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ تو اس کے جوتے پر بھی نازل ہو گی۔

جب اللہ تعالےٰ آپ کو یہاں لایا ہے تو مَیں دُعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو خالی نہ لوٹائے۔ مَیں اللہ تعالےٰ کے فضل پر یقین کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اس کے دروازہ پر جو آتا ہے وہ خالی نہیں جاتا۔ جو نہیں آتا اُس کو وہ دیتے نہیں جاتا۔ جیسے ایک شخص اگر کسی کی دعوت کرتا ہے۔ تو اس کی کچھ نہ کچھ خاطر تواضع کرے گا ہی۔ اللہ تعالےٰ جب اپنے دروازہ پر مجھے اور آپ کو لاتا ہے۔ تو دُعا کیجئے کہ وُہ ہم کو امراضِ روحانی سے شفا عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

آج مَیں نے ایک رُوحانی بیماری (کبر) کا ذکر کیا ہے۔ دوسری چیز جس کی طرف آج مَیں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وُہ حرام خوری کی عادت ہے۔

اَلْحَرَامُ یَنْجَرُّ اِلَی الْحَرَامِ۔

ترجمہ۔ حرام مال حرام کی طرف کشش کرتا ہے۔

جو حرام کا مال کھائے گا اس کو حرام ہی کی طرف رغبت ہوگی۔ یاد رکھو حرام کھانے سے قبر دوزخ کا گڑھا بن جائیگی۔ جو باطن کے اندھے ہیں وہ تو بڑے شوق سے حرام کھاتے ہیں۔ اگر قرآن مجید کا رنگ چڑھ جائے۔ ایسے شخص کو کوئی حرام دے گا بھی تو نہ لے گا۔ اگر مُنہ میں لکڑی ڈال کر زبردستی کھلانا چاہوگے تو وہ کہے گا چھوڑو تو نگلوں۔ پھر جب چھوڑوگے تو وہ تھوک دے گا۔ اللہ کی باتیں اللہ کے گھر میں ہی سُنائی جاتی ہیں۔ کالجوں۔ دفاتر اور عدالتوں میں یہ باتیں تمہیں کون سُنائے؟ آپ جتنے بیٹھے ہیں یہ تقریباً چار لاکھ انسانی آبادی کا نچوڑ ہیں۔ باقی سب سینما اور دوسرے بدمعاشی کے اڈوں میں ہونگے۔ یا بیٹھکوں میں بیٹھے [illegible] (بحث مباحثہ) کر رہے ہونگے۔ یہ ان کی بدقسمتی ہے۔ خوش قسمتی یہ ہے۔ کہ دن کو کما کر لاتے اور بیوی بچوں میں بیٹھ کر کھاتے۔ فرصت کے وقت اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر آتے تاکہ دُنیا اور آخرت دونوں سنور جاتیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مُسلمان سے

(از جناب محمدؐ عظمت اللہ صاحب علوی بھاول پور)

دِل میں وہ جوش نہیں اور وُہ ایمان نہیں
سچ تو یہ ہے کہ تُو پہلا سا مسلمان نہیں

کیوں ترے دل میں نہیں عظمتِ رفتہ کا خیال
کس لئے دورِ گزشتہ کا تجھے دھیان نہیں

اب بھی جُھک جائے زمانہ ترے آگے لیکن
بات اتنی ہے کہ راسخ ترا ایمان نہیں

دل میں گر جوشِ عمل ہو تو ہے سب کچھ ممکن
صرف باتوں سے کسی بات کا امکان نہیں

خود ہی ہو جاتے ہیں سامانِ ترقی پیدا
جانتا ہے اسے تو بھی کوئی انجان نہیں

قومِ مسلم پہ ہمیشہ ہیں کشادہ راہیں
کون کہتا ہے کہ ترے لئے میدان نہیں

دین و ایمان کی عظمت کو نمایاں کر دے
شمعِ ایماں کو زمانے میں فروزاں کر دے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

(اقبالؔ)

ذکرِ الٰہی

(از جناب محمد شفیع عمر الدین صاحب سجاول)

سلسلہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں خدام الدین - ۱۸ - جولائی ۱۹۵۸ء

(۲۹)

اہل جنّت کے اوصافِ حمیدہ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی - وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○

سورہ آل عمران رکوع ۱۴ پارہ ۴

ترجمہ - اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو - اور بہشت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے - جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے - جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں - اور غصّہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں - اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے - اور وہ لوگ جب کوئی کھلا گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کریں - اللہ کو یاد کرتے ہیں - اور گناہوں سے بخشش مانگتے ہیں - اور سوائے اللہ کے کون بخشنے والا ہے - اور وہ جانتے ہیں -

جنّت متّقیوں کے لئے ہے

تقویٰ اور پرہیزگاری بڑی ہمّت کا کام ہے (وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○)

آل عمران آیت ۱۸۶

اور اگر تم نے صبر کیا اور پرہیزگاری کی تو یہ ہمّت کے کاموں میں سے ہے - سورت الیل میں ہے - "پھر جس نے دیا - اور پرہیزگاری کی - اور نیک بات کی تصدیق کی - تو ہم اس کے لئے جنّت کی راہیں آسان کر دیں گے" (آیات ۵-۷)

شرعی اوامر اور نواہی کا خیال رکھنا، ہر گناہ سے کنارہ کش رہنا، کفر و شرک کے قریب نہ جانا، سب اعضائے انسانی یعنی زبان، دل، دست و پا وغیرہ کو رضائے الٰہی کے مطابق استعمال کرنا، عمل صالح کا اہتمام کرنا، بُری اور گندی باتوں سے بچنا - اور بقول حضرات صوفیائے کرام قلب کو ماسوی اللّٰہ کے خیالات سے بچانا یہ سب باتیں تقویٰ ہی کے تحت میں آ جاتی ہیں -

متقی ہر حال میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں

متقی سب سے اول فریضہ زکوٰۃ سے باقاعدہ سبکدوش ہوتے رہتے ہیں - اس کے بعد وہ اپنا ہاتھ روک نہیں لیتے بلکہ فراخی ہو یا تنگی ہو ان کی خیرات اور صدقات کا سلسلہ جاری رہتا ہے - وہ اپنا مال اپنے والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں وغیرہ کی بھلائی کی خاطر خرچ کرتے رہتے ہیں - اپنا ہو یا پرایا ہر کس ان کی دولت سے مستفیض ہوتا رہتا ہے - پھر وہ کسی پر احسان نہیں رکھتے - بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے خرچ کرتے ہیں - اور اجر کے طالب بھی صرف اللہ تعالیٰ سے ہوتے ہیں -

حضرت ابو عبد اللہ الزوغندی رح نے کیا ہی خوب فرمایا ہے - "کہ خدمت خلق کے معاملہ میں اپنے پرائے میں تمیز کرنے سے دُور رہو - کیونکہ جو لوگ خدمت خلق میں ممتاز ہوئے ہیں ان کا یہ طریقہ نہیں تھا - پس تجھے ہر کس کی خدمت کرنی چاہیئے تاکہ مقصد خدمت (رضائے الٰہی) فوت نہ ہو جائے -" (نفحات الانس جامی رح)

متقی غصّہ سے دُور رہتے ہیں

یہ حضرات غُصّہ کو سینے کے اندر دبا لیتے ہیں - بڑی کوشش سے غُصّہ کے وقت اشتعال میں نہیں آتے بلکہ غصہ کو پی جاتے ہیں - اپنے غصہ کو سینے میں اس طرح پوشیدہ رکھتے ہیں کہ اظہار تک نہیں کرتے -

حدیث - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "پہلوان وہ نہیں ہے - جو لوگوں کو پچھاڑتا ہے - بلکہ پہلوان وہ ہے جو غُصّہ کے وقت اپنے اُوپر قابو رکھتا ہے -" (بخاری شریف - کتاب الادب)

نیز حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے - حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - "غُصّہ نہ کیا کر" اس نے چند بار یہی سوال کیا لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار اسے یہی فرمایا کہ "غُصّہ نہ کیا کر -" (بخاری کتاب الادب)

ایک بزرگ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے - کہ "غصہ بڑا عقلمند ہے - وہ صرف کمزور پر آتا ہے - طاقتور پر نہیں آتا" اگر انسان اپنے آپ کو سب سے زیادہ کمزور اور حقیر جانے تو غالباً کسی پر غصّہ کا اظہار کرنے کا اسے موقعہ نہ ملے گا - انانیت اور غرور ہی تو غُصہ کی جڑ ہے - جب یہ نہ ہو تو غصّہ پر قابو پانا ممکن ہے -

درگزر اور معاف کر دینا متقیوں کا شیوہ ہے

حضرت مولانا رومؒ کا قول ہے کہ آزاد مرد وہ ہے جو کسی کے رنج دلانے سے بھی رنجیدہ خاطر نہ ہو - اور جوانمرد وہ ہے کہ جسے اسے آزار پہنچانے کا حق ہو اُسے بھی تکلیف نہ پہنچائے -" (نفحات الانس جامی رح)

الحاصل باوجود قوت اور طاقت کے متقی کسی سے اُلجھتے نہیں اور بدلہ کے درپے نہیں ہوتے -

حدیث - جو شخص یہ چاہے کہ اس کی بنیاد بلند ہو اور اس کے درجات بڑھیں تو اسے ظالموں سے درگزر کرنا چاہیئے - (ابن کثیر بحوالہ مستدرک)

"مسلمانوں کی خطائیں معاف کرنے والے جنّتی ہیں -" (ابن کثیر)

متقی ذکر الٰہی اور استغفار میں لگے رہتے ہیں

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم فرماتے ہیں - "یعنی خدا کی عظمت و جلال، اس کے عذاب و ثواب، اس کے حقوق و احکام اس کی عدالت کی پیشی، اور وعدہ وعید

باقی صفحہ ۱۸ پر

شہیدوں کا مقام

(از جناب عبدالرشید صاحب لدھیانوی راولپنڈی)

اسلام پر قائم رہنے کی وجہ سے اگر اللہ کے کسی بندے یا بندی کو مار ڈالا جائے یا دین کی کوشش اور حمایت میں کسی خوش نصیب کی جان چلی جائے تو دین کی خاص زبان میں اس کو "شہید" کہتے ہیں۔ اور اللہ کے ہاں ایسے لوگوں کا بہت بڑا درجہ ہے۔ شہیدوں کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ کہ ان کو ہرگز مرا ہُوا نہ سمجھو بلکہ شہید ہو جانے کے بعد اللہ کی طرف سے اُن کو ایک خاص زندگی عطا کی جاتی ہے۔ اور اُن پر طرح طرح کی نعمتوں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ۝

سورہ آلِ عمران رکوع ۱۷

ترجمہ۔ "جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی اس کے دین کے راستہ میں) مارے جائیں اُن کو ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس، اُن کو طرح طرح کی نعمتیں دی جاتی ہیں۔"

شہیدوں پر اللہ تعالےٰ کا کیسا کیسا پیار ہو گا۔ اور اُن کو کیسے کیسے... انعامات ملیں گے۔ اس کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

"جنتیوں میں سے کوئی شخص بھی یہ نہ چاہے گا کہ اُس کو پھر دُنیا میں واپس بھیجا جائے۔ اگرچہ اُن سے کہا جائے کہ تم کو ساری دُنیا دے دی جائے گی۔ لیکن شہید اس کی آرزو کریں گے کہ ایک دفعہ نہیں ان کو دس دفعہ پھر دُنیا میں بھیجا جائے تاکہ ہر دفعہ وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو کے آئیں۔ انہیں یہ آرزو شہادت کے مراتب اور اُس کے خاص انعامات دیکھ کر ہو گی۔ شہادت کی تمنّا اور اُس کے شوق میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔

قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ مَیں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر مجھے زندہ کیا جائے۔ اور پھر مَیں قتل کیا جاؤں۔ پھر مجھے زندہ کر دیا جائے اور پھر مَیں قتل کیا جاؤں پھر مجھے زندگی بخشی جائے اور پھر میں شہید کیا جاؤں: ؎

میخواہم از خدا بدعا صد ہزاراں جاں
تا صد ہزار بار بمیرم برائے تو

یہ حقیقت ہے کہ جن کے دلوں میں اللہ تعالےٰ کی محبت بس جاتی ہے۔ اور جنہیں اللہ سے قلبی تعلق ہو جاتا ہے اُن کا یہی حال ہوتا ہے۔ انسان جب کسی سے عشق و محبت کرتا ہے تو اس کے اشاروں پر چلنا اور اس کے رنگ میں رنگ جانا اس کی سب سے بڑی خواہش بن جاتی ہے۔ پھر اُس راہ کے پتھر بھی پھول معلوم ہوتے ہیں۔ بلکہ محبوب کے اشارہ پر اور اُس کو خوش کرنے کے لئے جان دینا بھی اس کے واسطے سہل ہو جاتا ہے ؎

عشق گر فرماں دہد از جان شیریں ہم گذر
عشق محبوب است و مقصود است وجاں مقصود نے

بلکہ اس کے ہر رونگٹے سے یہی آواز آتی ہے کہ ؎

ہمارے پاس ہے کیا جو فدا کریں تجھ پر
مگر یہ زندگیٔ مستعار رکھتے ہیں!

ایک حدیث میں ہے کہ ——

شہید کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے چھ انعام ملتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ فوراً بخش دیا جاتا ہے۔ اور اُس کو جنّت میں ملنے والا اُس کا مکان و مقام دکھا دیا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ قبر کے عذاب سے اس کو بچا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ حشر کے دن کی اُس سخت گھبراہٹ اور پریشانی سے اس کو امن دیدی جائے گی۔ جس سے سب وہاں بدحواس ہوں گے۔ (اِلّا من شاء اللہ) چوتھے یہ کہ قیامت میں اس کے سر پر عزّت و وقار کا ایک ایسا تاج رکھا جائے گا جس میں کا ایک یاقوت تمام دُنیا و ما فیہا سے بہتر ہو گا۔ پانچویں یہ کہ جنت کی حوروں میں سے بہتر اُس کے نکاح میں دی جائیں گی۔ چھٹے یہ کہ اس کے قرابتداروں میں سے سترّ کے حق میں اُس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ —— شہید ہونے والے کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر کسی آدمی کا قرض اُس کے ذمہ ہو گا تو اُس کا بوجھ باقی رہے گا۔ مگر یہ یاد رہے کہ ثواب اور فضیلت اسی پر موقوف نہیں ہے کہ دین کے راستہ میں آدمی مار ہی ڈالا جائے بلکہ اگر دین کی وجہ سے کسی ایمان والے کو ستایا گیا بے عزت کیا گیا مارا پیٹا گیا یا اُس کا مال لوٹا گیا یا کسی اور طرح کا اس کو نقصان پہنچایا گیا تو اس سب کا بھی اللہ کے یہاں بہت بڑا اجر او ثواب ملے گا۔ اور اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کو اتنے بڑے مرتبے دے گا کہ بڑے بڑے عابد و زاہد ان پر رشک کریں گے جس طرح دنیاوی حکومتوں میں اُن سپاہیوں کی بڑی عزّت ہوتی ہے اور انہیں بڑے بڑے انعامات اور خطابات دیئے جاتے ہیں جو اپنی حکومتوں کی وفاداری اور حمایت میں چوٹیں کھائیں مارے پیٹے جائیں، زخمی کئے جائیں اور پھر بھی اُس حکومت کے وفادار رہیں اسی طرح اللہ تعالےٰ کے یہاں اُن بندوں کی

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

بقیہ۔ احادیث الرسولؐ صفحہ ۲ سے آگے

ھُمُ اللّٰہُ لِصُحْبَۃِ نَبِیِّہٖ وَلِاِقَامَۃِ دِیْنِہٖ فَاعْرِفُوْا لَھُمْ فَضْلَھُمْ وَاتَّبِعُوْھُمْ عَلٰی اٰثَرِھِمْ وَتَمَسَّکُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَخْلَاقِھِمْ وَسِیَرِھِمْ فَاِنَّھُمْ کَانُوْا عَلَی الْھُدَی الْمُسْتَقِیْمِ۔ رواہ رزین

ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی طریقہ کی پیروی کرے پس اس کو چاہئے کہ وہ ان لوگوں کے طریقہ کی پیروی کرے جو مر گئے ہیں۔ اس لئے کہ زندہ (آدمی) فتنہ سے محفوظ نہیں ہوتا اور وہ (مرے ہوئے) لوگ (جن کی پیروی کرنی چاہیئے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ جو اس امت کے بہترین لوگ تھے۔ دلوں کے اعتبار سے انتہا درجہ کے نیک علم کے اعتبار سے کامل اور بہت کم تکلّف کرنے والے پسند کیا تھا ان کو خدا نے اپنے نبی کی صحبت کے لئے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے پس تم ان کی بزرگی کو سمجھو اور ان کے نقش قدم پر چلو اور جہاں تک ممکن ہو ان کے عادات و اخلاق کو اختیار کرو۔ وہی لوگ صراط مستقیم (ہدایت کے سیدھے راستہ) پر تھے۔ (رزین)

رُوحِ اِنسانی

از جناب ایم عبدالرحمٰن صاحب لدھیانوی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو خدام الدین ۲۵ر جولائی ۱۹۵۸ء

یہ چند اصول جو ہم نے بیان کئے اہلِ فہم کو نسق آیات میں ادنےٰ تامّل کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ صرف ایک عالَم امر کا لفظ ہے۔ جس کی مناسب تشریح ضروری ہے۔ اور جس کے سمجھنے سے امید ہے رُوح کی معرفت حاصل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

"اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" سورہ اعراف رکوع ۷ پارہ ۸

ترجمہ۔ سن لو اُسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا۔

اس آیت میں امر کو خلق کے مقابل رکھا گیا ہے۔ جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ خدا کے یہاں دو مدیں بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک خلق دوسرا امر، دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس کو ہم سیاقِ آیات سے بسہولت سمجھ سکتے ہیں۔ آسمان اور زمین کا پیدا کرنا یہ تو خلق ہُوا۔ ان مخلوقات کو ایک معین و محکم نظام پر چلاتے رہنا جسے تدبیر و تعریف کہہ سکتے ہیں۔ یہ امر ہُوا:-

گویا دُنیا کی مثال ایک بڑے کارخانہ کی سمجھو جس میں مختلف قسم کی مشینیں لگی ہوں۔ کوئی کپڑا بُن رہی ہے۔ کوئی آٹا پیس رہی ہے۔ کوئی کتاب چھاپتی ہے۔ کوئی شہر میں روشنی پہنچا رہی ہے کسی سے پنکھے چل رہے ہیں وغیرہ ذالک ہر ایک مشین میں بہت سے کل پرزے ہیں۔ جو مشین کی غرض و غایت کا لحاظ کر کے ایک معین اندازے سے ڈھالے جاتے اور لگائے جاتے ہیں۔ پھر سب پُرزے جوڑ کر مشین کو فِٹ کیا جاتا ہے۔ جب تمام مشینیں فِٹ ہو جاتی ہیں تب بجلی کے خزانہ سے ہر مشین کی طرف جُدا جُدا راستہ سے کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ آنِ واحد میں ساکن و خاموش مشینیں اپنی اپنی ساخت کے موافق گھومنے اور کام کرنے لگ جاتی ہیں۔ بجلی ہر مشین اور ہر پردہ کو اُس کی مخصوص ساخت اور غرض کے مطابق گھماتی ہے۔ حتّٰی کہ جو قلیل و کثیر کہربائیہ روشنی کے لیمپوں اور قمقموں میں بھیجی ہے وہاں پہنچ کر اُن ہی قمقموں کی ہیئات اور رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ اس مثال میں یہ بات واضح ہو گئی کہ مشین کا ڈھانچہ تیار کرنا، اُس کے کل پرزوں کا ٹھیک اندازہ پر رکھنا پھر فٹ کرنا ایک سلسلہ کے کام ہیں۔ جس کی تکمیل کے بعد مشین کو چالو کرنے کے لئے ایک دوسری چیز یعنی بجلی یا سٹیم اس کے خزانہ سے لانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالےٰ نے اول آسمان و زمین کی تمام مشینیں بنائیں جن کو خلق کہتے ہیں۔ ہر چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کے موافق تیار کیا۔ جسے تقدیر کہا گیا ہے قَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا۔ سب کل پرزوں کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جسے تصویر کہتے ہیں۔ (خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ اعراف ع ۲) یہ سب افعال خلق کی مد میں تھے۔ اب ضرورت تھی کہ جس مشین کو جس کام میں لگانا ہے لگا دیا جائے۔ آخر مشین کو چالو کرنے کے لئے امرِ الٰہی کی بجلی چھوڑ دی گئی۔ غرض اُدھر سے حکم ہُوا 'چل' فوراً چلنے لگی۔ قرآن کریم میں کُن فیکون کا مضمون عموماً خلق و ابداع کے ذکر کے بعد آیا ہے جس سے خیال گزرتا ہے۔ کہ کلمہ کُنْ کا خطاب 'خلق' کے بعد تدبیر و تعریف وغیرہ کے لئے ہوتا ہو گا۔

خلاصہ مطلب یہ ہُوا کہ رُوح کے ساتھ اکثر جگہ قرآن میں امر کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔ لہٰذا ثابت ہُوا کہ رُوح کا مبداء حق تعالےٰ کی صفت کلام ہے۔ جو صفت علم کے ماتحت ہے شاید اسی لئے نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ میں اُسے اپنی طرف منسوب کیا۔ کلام اور امر کی نسبت متکلّم اور آمر سے صادر ہونے کی ہوتی ہے۔

اے بروں از وہم و قال و قیلِ من
خاک بر فرقِ منِ و تمثیلِ من

رہا یہ مسئلہ کہ روح جوہر مجرد ہے؟ جیسا کہ جمہور اہل حدیث کی رائے ہے اس کے متعلق سیّد انور شاہ رحؒ نے فرمایا کہ بالفاظِ جامی رحؒ یہاں تین چیزیں ہیں۔

(۱) وہ جواہر جن میں مادہ کمیت دونوں ہوں۔ جیسے ہمارے ابدان مادیہ۔

(۲) وہ جواہر جن میں مادہ نہیں صرف کمیت ہے جنھیں صوفیہ اجسامِ مثالیہ کہتے ہیں۔ (۳) وہ جواہر جن میں مادہ اور کمیت دونوں نہ ہوں۔ جن کو صوفیہ ارواح یا حکما جواہر مجردہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ جمہور اہل شرع جس کو رُوح کہتے ہیں وہ صوفیہ کے نزدیک بدن مثالی سے موسوم ہے جو بدن مادی میں حلول کرتا ہے۔ اور بدن مادی کی طرح آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا رکھتا ہے۔ یہ رُوح بدن مادی سے کبھی جُدا ہو جاتی ہے۔ اور اس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھ سکتی ہے۔ جس سے بدن پر حالتِ موت طاری نہیں ہونے پاتی۔ گویا حضرت علی رضؓ کے قول کے مطابق سوتے وقت روح خود علیحدہ رہتی ہے۔ مگر اس کی شعاع جسم میں پہنچ کر بقائے حیات کا سبب بنتی ہے جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے۔

آج کل یورپ میں جو سوسائٹیاں رُوح کی تحقیقات کر رہی ہیں ہم اُنھوں نے بعض ایسے مشاہدات پیش کئے ہیں کہ ایک رُوح جسم سے علیحدہ تھی اور رُوح کی ٹانگ پر حملہ کرنے کا اثر جسمِ مادی کی ٹانگ پر ظاہر ہُوا، بہر حال اہلِ شرع جو رُوح ثابت کرتے ہیں صوفیہ کو اس کا انکار نہیں بلکہ وہ اس کے اُوپر ایک اور روح مجرد مانتے ہیں جس میں کوئی استحالہ نہیں بلکہ اگر اس روحِ مجرد کے اُوپر بھی کوئی اور رُوح ہو اور آخر میں کثرت کا سلسلہ سمٹ کر امرِ ربّی کی وحدت پر منتہی ہو جائے تو انکار کی ضرورت نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ تم لوگوں میں سے جب کوئی پیدا ہوتا ہے۔ تو اُس کا مادہ چالیس روز تک ماں کے پیٹ میں نطفہ رہتا ہے پھر چالیس روز کے بعد ایک بستہ خون کی شکل میں ہو جاتا ہے۔ پھر اتنی ہی مدت میں گوشت کا لباس پہنایا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ چار باتوں کے لئے اس کے پاس فرشتہ

روانہ فرماتا ہے۔ وہ چار باتیں یہ ہیں۔ (۱) کہ اس کے عمل لکھے جائیں (۲) اس کی مدّتِ عمر (۳) اس کا رزق (۴) اور اس کا سعید ہونا یا شقی ہونا۔ الغرض پھر اس میں رُوح پھونک دی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ شریف باب تقدیر الٰہی)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ حضورِ انور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میّت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ پس اگر یہ میّت صالح ہے تو اس سے خطاب کرتے ہیں اے پاک رُوح! باہر نکل کیونکہ تو پاک جسم میں تھی۔ تو نہایت مبارکی اور خوشخبری کے ساتھ باہر آ تجھ کو راحت اور رزق کی اور اپنے رب کی رضامندی کی خوشخبری ہے۔ اس کے نکلنے تک یہی الفاظ کہتے رہتے ہیں۔ پھر اس کو آسمان کی جانب اُٹھایا جاتا ہے۔ اور اُس کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور آواز آتی ہے یہ کون شخص ہے۔ یہ کہتے ہیں فلاں شخص ہے۔ اس وقت اس سے کہا جاتا ہے شاباش اے پاک رُوح، پاک جسم کی برکت کے ساتھ داخل ہو راحت و رزق اپنے رب کی رضامندی کی خوشخبری کے ساتھ آ جس وقت تک وہ خُدا کے پاس نہ پہنچ جائے اس وقت تک اس سے یہی کہا جاتا ہے۔ ملے رُوح خبیث تو خبیث جسم میں تھی نہایت ذلّت کے ساتھ باہر آ تجھ کو گرم پانی اور پیپ کی خبر سُنائی جاتی ہے۔ پھر جب آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور دروازہ آسمان کا کھولا جاتا ہے تو اس وقت دریافت کیا جاتا ہے یہ کون شخص ہے اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ہے تب فرشتے کہتے ہیں تو ذلّت کے ساتھ واپس لوٹ جا۔ تیرے واسطے دروازے نہیں کھولے جاسکتے۔ لہٰذا وہ قبر کی جانب لوٹا دی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ شریف۔ باب مرنے والے کے پاس کیا کہنا چاہیئے۔)

شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی ملتی ہے۔ اُن کو حق تعالیٰ کا ممتاز قرب حاصل ہوتا ہے۔ بڑے عالی درجات و مقامات پر فائز ہوتے ہیں جنّت کا رزق آزادی سے پہنچتا ہے۔ جس طرح ہم اعلیٰ درجہ کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر ذرا سی دیر میں جہاں چاہیں اُڑتے

چلے جاتے ہیں۔ شہداء کی رُوح حواصلِ طیور خضر میں داخل ہو کر جنّت کی سیر کرتی رہتی ہیں ان طیور خضر کی کیفیت کو اللہ ہی جانے وہاں کی چیزیں ہمارے خیال میں کہاں آسکتی ہیں۔ اُس وقت شہداء بے حد مسرور ہوتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے دولتِ شہادت عنایت فرمائی۔

آریہ صاحبان کا رُوح کی بابت خیال یہ ہے کہ ہمیشہ رہے گی۔ اس کا وجود ہمارے جسم سے پہلے تھا اور جسم کے چھوڑنے کے بعد بھی اپنی طاقتوں اور خواہشوں کے قائم رہتی ہے۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ اگر رُوح مخلوق ہے تو غیر فانی نہیں ہوسکتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک رُوح مخلوق ہے اگر خالق چاہے تو اس کو فنا کرسکتا ہے لیکن اگر وہ کسی مخلوق کو ہمیشہ کے لئے رکھنا چاہے تو وہ اس پر قادر ہے مخلوق کے لئے ابتدا کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کی پیدائش اس کے حدوث کو مستلزم ہے۔ مگر فنا ضروری نہیں ہاں قابلِ فنا بیشک ہے۔ اگر فاعل چاہے فنا کردے اگر باقی رکھنا چاہے تو اُسے کون روک سکتا ہے۔

معترض کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اہلِ اسلام خدا کی ذات کو مخلوق کے لئے صرف علّتِ جدید ہی نہیں مانتے بلکہ علّت موجدہ و مُثبتہ دونوں تسلیم کرتے ہیں۔ لہٰذا رُوحوں کو یا جن چیزوں کو خدا فنا نہیں کرنا چاہے گا اُن کا فنا ہونا ضروری نہیں بلکہ عدم فنا ضروری ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

(بقیہ شہیدوں کا مقام صفحہ ۱۲ سے آگے)

خاص عزت ہے جو اللہ کے دین پر چلنے اور قائم رہنے کی وجہ سے یا دین کی ترقی اور سرسبزی کے لئے کوشش کرنے کے سلسلہ میں مارے پیٹے جائیں یا بیعزت کئے جائیں یا دوسری طرح کے نقصانات اُٹھائیں —— قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جب خاص انعامات بٹیں گے، اور اللہ تعالےٰ اپنے خاص اعزاز و اکرام سے انہیں نوازے گا تو دوسرے لوگ حسرت کریں گے کہ کاش دُنیا میں ہمارے ساتھ بھی یہی کیا گیا ہوتا۔ دین کے لئے ہم ذلیل کئے گئے ہوتے، مارے پیٹے گئے ہوتے۔ ہمارے جسموں کو زخمی کیا گیا ہوتا تاکہ اس وقت یہی انعامات ہم کو بھی ملتے——

اے اللہ! اگر ہمارے لئے کبھی ایسی آزمائشیں مقدر ہوں تو ہم کو ثابت قدم رکھنا اور اپنی رحمت سے محروم نہ فرمانا۔

ضروری گزارش

۱۔ مضمون نگار حضرات اپنے مضامین کاغذ کی ایک طرف اور خوشخط لکھا کریں۔ بعض اہم مضامین محض خوشخط نہ ہونے کی وجہ سے شریکِ اشاعت نہیں ہوسکتے۔

۲۔ ایجنٹ حضرات اپنے بلوں کی ادائیگی جلد از جلد کر دیا کریں۔ ادائیگی میں تاخیر فریقین کے لئے ہرگز مفید نہیں ہوسکتی۔

۳۔ مستقل خریداران خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ بصورتِ دیگر عدم تعمیل کی شکایت بے جا ہوگی۔

۴۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا لفافہ ارسال فرمائیں۔

۵۔ پرچہ نہ ملنے کی اطلاع ایک ہفتہ کے اندر آنی ضروری ہے۔ دیر سے اطلاع ملنے پر پرچہ روانہ نہ ہوگا۔

۶۔ ہر چھوٹے بڑے شہر و قصبہ میں خدام الدین کی توسیع اشاعت کے لئے مخلص کارکنوں کی ضرورت ہے۔ کمیشن معقول دی جائے گی۔

۷۔ ترسیل زر بابت چندہ یا ادائیگی بل وغیرہ بنام مینجر ہفت روزہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور ہونی چاہیئے۔ کسی کا نام دینے کی ضرورت نہیں۔

۸۔ آپ کی چٹ پر سُرخ نشان کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا چندہ ختم ہے۔ اس لئے کار خیر کو جاری رکھتے ہوئے مزید چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں یا ہمیں بذریعہ وی پی آخری شمارہ بھیجنے کی اجازت بخشیں (مینجر)

حلقۂ احباب

(از جناب ماسٹر لال دین صاحب اخگر بی۔اے۔بی ٹی)

قسطِ سوم

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو "خدام الدین" ۲۵ جولائی ۱۹۵۸ء

سعید صاحب ا آپ کی گفتگو کا یہ مطلب ہے کہ ہم لوگ ملائکہ کی طرح ایسی زندگی بسر کریں جن میں جنسی رغبتوں کو کوئی دخل نہ ہو۔ حالانکہ موجودہ ماہرینِ نفسیات کا فیصلہ ہے کہ ہر عہدِ حیات کے لئے سامانِ تفریح جُدا جُدا ہوتے ہیں۔ اور اُن کا فراہم کرنا زندگی کی فرحت کے لئے ضروری ہے۔ اگر بچّے کھلونوں سے کھیلتے ہیں۔ اور کہانیاں سُن کر محظوظ ہوتے ہیں۔ تو پندرہ اور اٹھارہ سال کے لڑکے اپنے تعلیمی مشاغل کے ساتھ ساتھ باقی کھیلوں میں بڑا شغف رکھتے ہیں۔ اسی طرح جوانی کی آمد پر جنسی جذبات Lust Instinct کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ لہٰذا اس کے بہلاوے کے لئے سنیما جیسی تربیت گاہوں کا ہونا لازمی ہے۔

عبدالرشید ۔ اللہ تعالےٰ آپ کو زندگی کے نشیب و فراز سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مسعود ۔ مولوی صاحب! سنیما جیسی صنعت حاضرہ کو ابلیسی تربیت گاہ کہنا بڑی حد تک تنگ نظری ہے۔ آخر جوانی کا تقاضا ہے کہ ہر انسان کے لئے جسمانی اور دماغی تھکاوٹوں کو دُور کرنے کے لئے اور زندگی کے افکار و حوادث اور غم و اندوہ سے وقتی طور پر نجات حاصل کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی سامانِ تفریح ہو۔ اور سنیما گھروں نے اس طبعی مانگ کو بہترین طریق سے پُورا کر دیا ہے۔ کیا آپ لوگوں کی مرضی ہے۔ کہ مزدور جو سارا دن کام کرتا ہے۔ کلرک یا پٹواری جس کا قلم ایک لمحے کے لئے بھی نہیں رُکتا۔ طالبعلم جس کا دستورِ حیات ہی دماغ سوزی ہے۔ کسی وقت بھی اپنے دل و دماغ کو تسکین نہ دے۔ بھئی ہم تو ایسی زندگی سے کوسوں دُور ہی بھلے۔ اگر اسلام طبعی تقاضوں سے باز رکھتا ہے۔ تو پھر بڑی مشکل ٹھہری۔ آخر مولوی صاحب آپ ہمیں کیا سمجھا رہے ہیں؟

عبدالرشید ۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ اللہ کے بندو! آپ کی سمجھ کو کیا ہو گیا ہے۔ اسلام طبعی تقاضوں کو کچلنے کے لئے دُنیا میں نہیں آیا۔ بلکہ ان کی اصلاح کے لئے آیا ہے۔ کون کہتا ہے؟ کہ انسان کے لئے کسی حد کے اندر تفریح کے سامان نہ ہوں۔ مگر آپ نے کبھی غور بھی کیا۔ کہ اسلام کے داعیؐ کی زندگی کوئی راہبانہ زندگی نہ تھی۔ بلکہ اس زندگی میں جامعیت بدرجہ اتم موجود تھی۔ جنسی جذبات کی تسکین کے لئے اسلام نے نکاح کی مبارک رسم کو جاری کرکے زنا اور اس کے تمام عوارضات سے کلیتہً اجتناب کرنے کی ہدایت فرمادی۔ معاشرے کی پاکدامنی کا راز نکاح کے علانیہ دستور میں مضمر ہے۔ اور پھر قرآن مجید میں تعدّدِ ازواج کی اجازت تک بھی موجود ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ اسلام کو تنگ نظری کے مذموم نام سے تعبیر کرکے اپنے اعمالنامے کو سیاہ کیا جائے۔

سُنئے۔ اسلام بے حیائی سے منع کرتا ہے۔ مگر سنیما میں فاحشہ عورتوں کے ناچ ہوتے ہیں۔ مکالمات ہوتے ہیں۔ علانیہ عشق بازی کے گیت الاپے جاتے ہیں۔ نوجوان مرد و زن میں بوس و کنار۔ گلے ملنا۔ آغوش میں لینا۔ بلکہ برہنہ رقاصی تک بھی موجود ہے۔ کیا سنیما دیکھنے والے مردوں اور عورتوں کے سینے میں شہوانی جذبات کا ایک بے پناہ طوفان نہیں اُٹھتا ہے؟ کیا یہی لوگ معاشرے کی پاکدامنی کو داغدار کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں؟ کیا شراب نوشی اور چوری زنا کے لوازمات میں سے نہیں ہیں؟ کیا رقیبانہ عداوتوں سے قتل و غارت تک نوبت نہیں پہنچی؟ کیا عدالتوں میں جاکر ایسے بیانات نہیں دیئے جاتے؟ کیا اخباری دُنیا کی ہر خبر جھوٹ پر مبنی ہے؟ کیا ایسے کردار و اعمال خدا تعالےٰ کو پسند ہیں؟ یقیناً نہیں۔ اور یاد رہے۔ کہ شبانہ روز واقعات جن کی رفتار بڑی سرعت سے بڑھ رہی ہے۔ ان سے چشم پوشی کرنا۔ ملک و قوم کی ہلاکت کا سب سے بڑا نشان ہے۔

اختر! مَیں تو خدائے قدوس کی قسم کھاکر کہتا ہوں۔ کہ مولوی عبدالرشید کی کہی ہُوئی تمام باتیں ہر لحاظ سے سچّی ہیں۔ اور ہمارے موجودہ معاشرے میں فحاشی کی ترویج کا سبب فقط ایک سنیما گھر ہی ہیں۔

مولوی عبدالرشید ۔ جزاک اللہ اختر صاحب! آپ ذرا اور غور فرمائیں۔ مسلمان قوم جس کو اپنی نازیانہ روایات پر ناز ہے۔ وہ قوم جو اپنے حمزہؓ و حیدرؓ طلحہؓ و زبیرؓ اور خالدؓ و طارقؒ پر قیامت تک فخر کرتی رہیگی۔ وہ اسلام جو باطل پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے دُنیا میں آیا۔ وُہ مذہب جس کے بانیؐ نے ایک سو اُنتیس (۱۲۰) مہینوں کی مدنی زندگی میں ایک سو اکیس (۱۲۱) غزوات کو سر کیا۔ وہ رشکِ قدسیاں صحابہ کرامؓ جو سوتے جاگتے اور نماز پڑھتے بھی ہتھیار بند رہتے تھے۔ وہ فاقہ مستوں کا گروہ جن کی ہمتوں نے بفضلِ ایزد متعال صدیوں کی سلطنتوں کو دم زدن میں نیست و نابود کر دیا۔ وہ اسلامی قبائل جو جوشِ جہاد میں کہا کرتے تھے ؎

ہر آنکہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست

ان کے نام لیواؤں میں اگر حیا سوز حرکات۔ فحاشی۔ سہل انگاری تساہل۔ جنسی لذات کی دھت۔ اپنی آراستگی و پیراستگی کا حریّت کش نسوانی جذبہ پیدا ہو جائے تو بتائیے۔ کہ ایسی قوم کی بربادی میں کونسی کسر باقی ہے۔ ہائے۔ ہائے۔

سعید صاحب آپ کس صنعت کی

تعریف کے درپے ہیں جس کا فروغ ایک مجاہد قوم کو عیاش بنا دے ایک حکمران نسل کے ہاتھوں کو اس قدر نرم و نازک کر دے ۔ کہ وہ زمام حکومت سنبھالنے کے قابل نہ رہے ۔ کیونکہ حکومت کی باگ ڈور کھردرے ہاتھوں میں ہوا کرتی ہے ۔ وہ صنعت جس کی عام ترویج نوجوانوں سے جفاکشی بلاکشی اور خارا شگافی کے جوہر چھین لے اور عورتوں کی طرح ان کو اپنی مشاطگی میں مشغول کر دے ۔ بھلا ایسی صنعت صدہزار نفرین کے قابل ہے یا تحسین کے لائق ہے ۔ اقبال مرحوم نے مسلمان نوجوانوں کو تباہ ہوتے دیکھ کر فرمایا ہے

نوجواناں چو زناں مشغول تن

اختر ۔ مولوی صاحب ۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سنیما کبھی نہیں دیکھا ہے ۔ سنیما میں بعض داستانیں بڑی جرأت آموز ہوتی ہیں ۔ اور ہزاروں طرح کے بزدلانہ توہمات دم زدن میں کافور ہو جاتے ہیں ۔

مسعود ۔ آپ ہلاکو خاں اور نادر شاہ کا شو دیکھیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ سنیما کے دیکھنے والے اس قدر زیادہ دلاور ہو جاتے ہیں ۔

عبدالرشید ۔ میں حیران ہوں ۔ کہ آپ مجھے ایک ایسی چیز کا یقین دلانا چاہتے ہیں جس کو حقیقت حال سے قطعاً کوئی تعلق ہی نہیں ہے ۔ وہ جوش جہاد جس کو حسین شہوانی ماحول میں پرورش دی جائے ۔ جس کو عشقیہ فلمی گیتوں سے تھپکایا جائے ۔ جس کے ہر قدم میں بوس و کنار کی لذات پنہاں ہوں ۔ اور جس کا مقصد بیقرار دلوں کی دھڑکنیں محسوس کرنا ہو ۔ بھلا اس کو اسلامی جذبۂ جہاد سے کیا لگاؤ ہے

چہ نسبت خاک را با عالم پاک
کجا موسےٰ کجا دجّال ناپاک

برادرانِ عزیز ! آیئے قرآن حکیم کی اس مبارک تعلیم پر غور کیجئے فرمایا کہ قُل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۔ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۔ وَقُل لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ الخ ساری کائنات کی مقنن اور دستور ساز اسمبلیاں مل کر بھی ایسے حیا پرور اور پُرامن قوانین پیش کرنے سے قاصر ہیں ۔ حقیقت ہے ۔ مولانا ظفر علی مرحوم نے اپنے اس شعر میں اسی فضیلت کی طرف اشارہ فرمایا ہے ۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اِک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

خالق ارض و سما کی طرف سے ارشاد ہو رہا ہے کہ اے رسولؐ انس و جاں اور اے رشد و ہدایت کے آخری علمبردار ! اپنے فداکاروں سے جن کے سینے نورِ ایمان سے منوّر ہو چکے ہیں ۔ ارشاد فرما دیجئے ۔ کہ وہ اپنی نگاہیں بستیوں میں چلتے پھرتے نیچی رکھا کریں ۔ اور اپنے جذبات شہوانیہ پر پورا قابو رکھیں ۔ تاکہ اُن کی روحانیت پاکیزہ سے پاکیزہ تر ہوتی جائے ۔ اور وہ دُنیا میں ہی مقام تزکیہ کی آخری منزل پالیں ۔ بیشک اللہ تعالےٰ اُن کے اعمال سے خوب واقف ہے ۔ یہ پیغام اُمتِ محمدیہ کے مردوں کو سُنایا گیا ۔ تاکہ وہ آبادیوں اور جنگلوں میں پھرتے ہوئے نسوانی دُنیا کے پُر فریب نظاروں میں ہی کھو نہ جائیں ۔ بلکہ شام و سحر کے کاروبار میں مستورات سے مٹھ بھیڑ کے موقعہ پر ظاہراً نگاہیں نیچی ہوں ۔ اور باطناً خشیت الٰہی سے جذبات اس امتحانی موقعہ کی برکت سے پہلے سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوتے رہیں ۔ اور دوسری طرف عورتوں کو بھی حکم دیا گیا کہ جب وہ گھر کی چار دیواری سے باہر قدم رکھیں تو اُن کے ایمان کا بھی یہی تقاضا ہونا چاہئے ۔ کہ وہ صرف اتنی پہچان پر ہی اپنی نگاہوں کو فرطِ حیا سے نیچی کر لیا کریں ۔ کہ سامنے آنے والا مرد ہے عورت نہیں ۔ پھر نگاہوں کا یہ حیا دلوں کی گہرائیوں کا ہمنوا ہو ۔ تاکہ جذبات کی دُنیا خوفِ خدا کے پردے میں مستور ہو کر دولتِ تزکیہ سے مالا مال ہو سکے ۔ اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے کہ بناؤ سنگار کی نمائش غیر محرم مردوں کو شکار کرنے کے لئے نہ ہو ۔ بلکہ اپنے جسم کے مقاماتِ زینت کی پُوری پُوری حفاظت کی جائے ۔

اب قرآنی احکام کے پیشِ نظر سنیما کے ہر شو کا جائزہ لیجئے ۔ تو آپ کو اس حقیقت کے ماننے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہوگا ۔ کہ ساری کائنات میں سنیما سے زیادہ کوئی چیز بھی مخرب اخلاق اور حیا سوز نہیں ہے کیونکہ اس ماحول میں نگاہوں کی حفاظت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا ۔ بلکہ ایک نگاہ کا زیاں اور ایک لمحے کا تغافل گناہ سمجھا جاتا ہے ۔ اور تماشائی ہمہ تن چشم و گوش بن کر محوِ نظارہ ہوتے ہیں ۔ سنیے یہاں سے پروردگارِ عالم کا ایک اور ارشاد بھی سُنئے ۔ فرمایا ۔ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۔ اے انسان تیرا خالق تو تیری ترچھی نگاہوں کی خفیف سے خفیف گردشوں کو بھی دیکھ رہا ہے ۔ اور تیرے سینے کے اُن جذبات کو بھی جانتا ہے ۔ جو ان گردشوں کا باعث ہیں مقصد یہ ہے کہ نگاہوں کی پاکیزگی سے قلوب کی دُنیا پاک رہے گی ۔ اور اگر دل گناہ سے پاک ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ذکرِ الٰہی اور فکرِ عاقبت سے منور نہ ہو ۔

سعید ۔ آپ ہمیں مولوی بنانا چاہتے ہیں اور خدا جانے آپ نے ایسی باتیں کہاں سے حفظ کر رکھی ہیں ۔ پھر آپ ان کو ایسے جوش میں بیان کرتے ہیں ۔ کہ خُدا کی پناہ ! مجھے صرف آپ کی دو باتوں سے اتفاق ہے ۔ ایک یہ کہ سنیما میں بے حیائی کو ضرور دخل ہے اور دوسرے یہ کہ سنیما بینی کا شغف ہم کو مجاہدانہ زندگی سے ضرور باز رکھتا ہے ۔

عبدالرشید ۔ تہذیب مغرب کا سب سے بڑا ماہر اور اقوامِ عالم کا بہترین نبّاض قوموں کے عروج و زوال کے اسباب فقط ایک مصرعہ میں پیش کر گیا ہے ۔

آنچہ کو بتاؤں میں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اول ۔ طاؤس و رباب آخر

(اقبال مرحوم)

لہٰذا انصاف فرمایئے کہ مملکت خداداد جیسے نوزائیدہ ملک کے افراد اگر لندن اور پیرس کے رہنے والوں کی طرح محوِ عیش و نشاط ہو جائیں ۔ رقص و سرود کے رسیا ہوں ۔ فلمی گیتوں کی تانیں لگاتے پھریں ۔ ثقافتی میلوں میں اُن کی تفریح کے لئے بیرونی ممالک سے فنکار مرد

اور اداکار عورتیں منگوائی جائیں - ناچ رنگ کے لئے ٹریننگ سکول کھولے جائیں - سکولوں میں ریاضی کا بدل موسیقی رکھا جائے - تو . . . . ع

واۓ گر ایں است امروز شود فردائے ما

کہاں مجاہدانہ زندگی - غازیانہ عزائم - ضربتِ تہوّرانہ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں فاقہ مستی - اور کہاں یہ عیش حرام کی محویت - قماربازوں جیسے پروگرام - ہیجڑوں سی عشوہ طرازیاں اور شراب و کباب کے دور -

تاریخ سے پوچھئے! جب مغلیہ سلطنت کی داغ بیل فرشتگانِ قضا و قدر کے ہاتھوں سرزمینِ ہند میں ڈالی جا رہی تھی - تو بابر کے سرخ چہرہ والے غازیوں نے جنگ کنواہہ میں شراب سے تائب ہو کر پروردگار عالم سے اپنی فتح و نصرت کی دعا مانگی - لیکن اسی خاندان کے ناخلفوں کو جب صفحۂ ہستی سے مٹانا مقصود تھا تو سات صدیوں کی حکومت کے بعد محمد شاہ رنگیلا جیسا اوباش فطرت انسان تختِ دہلی پر متمکن تھا - اور رات دن شراب کے دور چلتے تھے -

دوستو! حکمران قومیں کردار میں بہت بلند ہوتی ہیں - اور کسی ملک کی حفاظت کے ضامن وہی نوجوان کہلا سکتے ہیں - جن کے سینوں میں آفاق گیری کے ولولے ہوں جو اغیار کی کثرت سے خائف نہ ہوں - مصائب سے دوچار ہونا اور کٹھن منزلوں کی طرف خندہ پیشانی سے بڑھ چڑھ کر قدم مارنا اُن کا شیوہ ہو - لہٰذا کسی نے ایسے ہی مردانِ جفاکش کے متعلق لکھا ہے۔

مرد کی تخلیق ہے زور آزمانے کے لئے
گردنیں سرکش حوادث کی جھکانے کے لئے
مرد ہے سیلاب کے اندر اکڑنے کے لئے
بحر کی بپھری ہوئی موجوں سے لڑنے کے لئے
دوڑتا ہو - شعلہ خو - بجلی کا دامن تھامنے
مسکراتا ہو - گرجتے - بادلوں کے سامنے

مسعود - جزاک اللہ - مولوی صاحب! مرحبا - مرحبا - اگر ہماری قوم میں آپ جیسے مبلغ پیدا ہو جائیں - تو ساری قوم . . . . تو

ساری قوم جوہرِ جوانمردی سے آراستہ نظر آنے لگے گی - اور ملک کی عسکری اقدار بلند ہو جائے گی -

سعید - طوطی کی نقار خانے میں کون سنتا ہے - کالجوں کی ساری پود - اور شہروں اور قصبوں کا تمام خواندہ اور ناخواندہ طبقہ سینما گھروں کا رات دن

باقی صفحہ ۱۸ پر

دُعا کی فضیلت

از جناب عبدالرشید صاحب لدھیانوی موہنپورہ راولپنڈی

جب یہ بات یقینی ہے اور مانی ہوئی ہے کہ اس دنیا کا سارا کارخانہ اللہ ہی کے حکم سے چل رہا ہے - وہی ہمارا اور سب کا خالق و مالک ہے - وہی پالنے والا اور روزی دینے والا ہے - وہی مارنے والا اور جلانے والا ہے - بیماری اور تندرستی امیری اور غریبی اور ہر طرح کا بناؤ بگاڑ اور نفع و نقصان صرف اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے تو ہر قسم کے مصائب اور آلام میں اور ہر چھوٹی بڑی ضرورت میں اللہ سے دعا کرنا بالکل فطری بات ہے۔ اسی لئے اسلام میں اس کی خاص طور سے تعلیم اور تاکید فرمائی گئی ہے اور اس کو اعلےٰ درجہ کی عبادت کی روح اور مغز قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں خالق کائنات کا ارشاد گرامی ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ

ترجمہ:۔ "اور فرمایا تمہارے پروردگار نے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا"

پھر دعا کے حکم کے ساتھ یہ بھی اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے بہت قریب ہے۔ وہ اُن کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے ارشاد ہے

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ

ترجمہ:۔ "اور اے رسولؐ جب تم سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو (انہیں بتاؤ) کہ میں اُن سے قریب ہوں - پکارنے والا جب مجھے پکارے تو میں اسکی پکار سنتا ہوں"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہم کو بتایا ہے کہ اپنی ضرورتوں کو اللہ سے مانگنا اور دعا کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے - بلکہ عبادت کی رُوح اور اُس کا مغز ہے - ایک حدیث میں ہے -

دُعا عبادت ہے اور ایک روایت میں ہے دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے"۔ ایک حدیث میں ہے

"اللہ کے یہاں دعا سے زیادہ کسی چیز کا درجہ نہیں" اور اسی لئے اللہ تعالیٰ اُس شخص سے ناراض ہوتا ہے جو اپنی ضرورتیں اس سے نہ مانگے - چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس بندہ پر ناراض ہوتا ہے جو اپنی حاجتیں اور ضرورتیں اس سے نہیں مانگتا"

سبحان اللہ! دنیا میں کوئی آدمی اگر اپنے کسی گہرے دوست سے یا اپنے کسی عزیز قریب سے بھی بار بار اپنی ضرورتوں کا سوال کرے تو وُہ بھی اس سے تنگ آ کر خفا ہو جاتا ہے - لیکن اللہ پاک اپنے بندوں پر ایسا مہربان ہے کہ وہ نہ مانگنے پر خفا اور ناراض ہوتا ہے - ایک اور حدیث میں ہے کہ "جس شخص کے لئے دُعا کے دروازے کھُل گئے" تو اُس کے لئے رحمت کے دروازے کھُل گئے -

بہر حال کسی ضرورت اور مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا - جس طرح اس کو حاصل کرنے کی ایک تدبیر ہے - اسی طرح وُہ اللہ تعالیٰ کی ایک اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے - جس سے اللہ تعالیٰ بہت راضی اور خوش ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے - یہ نشان ہر دُعا کی ہے - خواہ وہ کسی دینی مقصد کے لئے کی جائے یا کسی دنیاوی ضرورت کے لئے مگر شرط یہ ہے کہ کسی بُرے اور ناجائز کام کے لئے نہ ہو - ناجائز کام کے لئے دعا کرنا بھی ناجائز اور گناہ ہے - یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے - کہ دُعا جس قدر دل کی گہرائی سے اور اپنے کو جس قدر عاجز اور بے بس سمجھ کر اور اللہ کی قدرت اور رحمت کے یقین کے ساتھ کی جائے گی - اُسی قدر اس کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہوگی - جو دُعا دل سے نہ کی جائے - بلکہ رسمی طور پر صرف زبان سے کی جائے - وہ دراصل دُعا ہی نہیں ہوتی - ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ وہ دعا قبول نہیں کرتا جو دل کی غفلت کے ساتھ کی جائے" - اگرچہ اللہ ہر وقت کی دُعا سنتا ہے - لیکن احادیث

سے معلوم ہوتا ہے۔ بعض خاص وقتوں میں دُعا زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ مثلاً فرض نمازوں کے بعد اور رات کے آخری حصہ میں یا روزہ کے افطار کے وقت یا ایسے ہی کسی اور نیک کام کے بعد یا سفر کی حالت میں خصوصاً جب سفر دین کے لئے اور اللہ کی رضا کے لئے ہو۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دُعا قبول ہونے کے لئے آدمی کا ولی اللہ یا متقی ہونا شرط نہیں ہے۔ اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ عام لوگوں اور گنہگاروں کی دُعائیں سُنی ہی نہ جاتی ہوں۔ اس لئے کسی کو یہ خیال کرکے دعا چھوڑنی نہ چاہیئے۔ کہ ہم گنہگاروں کی دُعا سے کیا ہوگا۔ اللہ رحیم و کریم جس طرح اپنے گنہگار بندوں کو کھلاتا پلاتا ہے۔ اُسی طرح اُن کی دُعائیں بھی سُنتا ہے۔ اس لئے اللہ سے دُعا سب کو کرنا چاہیئے ابھی بتلایا جا چکا ہے کہ دُعا مستقل عبادت بھی ہے۔ اس لیئے دُعا کرنیوالے کو ثواب تو بہر حال ملے گا اور اگر چند دفعہ دعا کرنے سے مقصد حاصل نہ ہو تو بھی مایوس اور نا اُمید ہو کر دُعا چھوڑ نہ دینا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ہماری خواہش کا پابند نہیں ہے۔ کبھی کبھی اُس کی حکمت کا تقاضا بھی ہوتا ہے کہ دعا دیر سے قبول کی جائے اور بندہ کی بہتری بھی اُسی میں ہوتی ہے۔ لیکن بندہ اپنی نادانی کی وجہ سے اس کو جانتا نہیں۔ اس لئے جلد بازی کرتا ہے اور مایوس ہو کر دُعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ الغرض بندہ کو چاہیئے کہ اپنی ضروریات اور اپنے مقاصد کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہی رہے۔ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کس دن اور کس گھڑی سُن لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔

"دعا ضائع اور بیکار کبھی نہیں جاتی لیکن اس کے قبول ہونے کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ جس چیز کی دُعا کرتا ہے۔ اس کو وہی مل جاتی ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس بندہ کو وہ چیز دینا بہتر نہیں سمجھتے۔ اس لئے وہ تو ملتی نہیں لیکن اس کی بجائے کوئی اور نعمت اس کو دیدی جاتی ہے۔ یا کوئی آنے والی بلا اور مصیبت ٹال دی جاتی ہے۔ یا اس دُعا کو اُس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ بندہ کو اس راز کی خبر نہیں ہوتی اس لئے وہ سمجھتا ہے کہ دعا بیکار گئی۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ دُعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا دیتا ہے۔ یعنی بندہ جس مقصد کے لئے دُعا کرتا ہے۔ وہ تو اللہ تعالےٰ اس کو اس دنیا میں نہیں دیتا۔ لیکن اس کی اس دُعا کے بدلہ آخرت کا ایک بہت بڑا اجر ثواب اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے"

ایک اور حدیث میں ہے کہ

"بعض لوگ جن کی بہت سی دعائیں دُنیا میں قبول نہیں ہوئی تھیں۔ جب آخرت میں پہنچ کر اپنی ان دُعاؤں کے بدلے میں ملے ہوئے ثواب اور نعمتوں کے ذخیرے دیکھیں گے تو حسرت سے کہیں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کوئی بھی دُعا قبول نہ ہوئی ہوتی اور سب کا بدلہ یہیں ملتا"

بہر حال اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے ہر بندہ کو اللہ کی قدرت اور اس کی شان کریمی پر پورا یقین رکھتے ہوئے قبولیت کی پوری امید اور بھروسہ کے ساتھ اپنی ہر ضرورت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنی چاہیئے۔ اور بالکل یقین رکھنا چاہیئے کہ دُعا ہرگز ضائع نہیں جائے گی۔ بالکل سچی ترجمانی کی ہے سنت اللہ کی جس نے کہا ہے ؎

در حضرتِ ما دوستی یکدلہ کُن
ہر چیز کہ غیر ماست آنرا یلہ کُن
یک صبح باخلاص بیا بر درِ من
گر کار تو بر نیاید گلہ کُن

بقیہ حلقۂ احباب صفحہ ۷ سے آگے

دیوانہ وار طواف کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ افرادِ قوم کے سامنے من حیث القوم کوئی بھی لائحۂ عمل نہیں ہے۔

عبدالرشید۔ الحمد للہ! آپ نے بھی صداقت کی تائید فرمائی۔ آخر خاندانی جوہر ماحول کی گرد و غبار کے نیچے ہمیشہ دبے نہیں رہتے۔ سعید صاحب! دیکھئے۔ پاکستان میں ہندو لوگوں کے سینما گھر موجود ہیں۔ ہماری غیرت کا جنازہ نکل گیا۔ ابھی کل کی بات ہے۔ پاکستان کے نام پر ساٹھ ہزار مسلمان عورتیں سکھوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں میں آئیں۔ ہائے۔ ہائے۔ حافظِ قرآن سیّد زادیاں۔ بہنیں۔ بیٹیاں۔ اور عفیفہ مائیاں اب تک ان کے قبضے میں ہیں۔ لیکن ہماری سمجھ پر پتھر پڑ گئے۔ ہم انہی سینما گھروں میں عیاشی کے لئے جاتے ہیں۔ اور اپنے گاڑھے خون کی کمائی سے اُن کی تجارت کو فروغ دیتے ہیں۔ ع

بریں عقل و دانست بباید گریست!

(بقیہ۔ ذکر الٰہی صفحہ ۱۱ سے آگے)

دل میں یاد کرکے زبان سے اس کی یاد شروع کر دی۔ خوفزدہ اور مضطرب ہو کر اسے پکارا، اس کے سامنے سربسجود ہوئے (جیسا کہ "صلوٰۃ التوبہ" کی حدیث میں آیا ہے) پھر جو شرعی طریقہ گناہوں کے معاف کرانے کا ہے۔ اس کے موافق معافی اور بخشش طلب کی۔ مثلاً اہل حقوق کے حق ادا کئے یا اُن سے معاف کرائے۔ اور خُدا کے سامنے توبہ و استغفار کیا (کیونکہ اصل بخشنے والا وہی ہے) جو گناہ بمقتضائے بشریت ہوگیا تھا۔ اس پر اڑے نہیں۔ بلکہ یہ جان کر کہ حق تعالےٰ بندوں کی سچی توبہ قبول کرتا ہے۔ ندامت کے ساتھ توبہ کرتے ہوئے اس کے حضور میں حاضر ہوگئے"

حدیث۔ لوگو توبہ کرو خدا سے۔ میں دن میں سو مرتبہ اللہ کی طرف توبہ کرتا ہوں (مشکوٰۃ شریف)

حدیث۔ جو شخص اپنے لئے استغفار کو لازم قرار دے لے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ نکال دیتا ہے۔ اور ہر رنج و غم سے اس کو نجات دیتا ہے۔ اور ایسی جگہ سے رزق بہم پہنچاتا ہے جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ شریف عن ابن عباسؓ)

حدیث۔ (عن عبداللہ بن بسرؓ) اُس شخص کے لئے خوشخبری ہے۔ جس کے اعمال نامہ میں استغفار بکثرت ہو۔ (مشکوٰۃ)

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

(باقی دارد)

بچوں کا صفحہ

وفائے عہد

(از جناب چودھری محمد اختر صاحب نیازی مبارکپور بہاولپور ڈویژن)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:- عِدَۃُ المومنِ کاَخَذِ الکَفِّ۔ یعنی مومن کا وعدہ ایسا ہے۔ جیساکہ ہاتھ میں پکڑ لینا۔

ایک دن حضرت فاروق اعظم رض کا دربارِ عدل و انصاف سرگرم تھا۔ صحابہ کرام رض موجود تھے۔ اور طرح طرح کے معاملات پیش ہو ہو کر طے ہو رہے تھے۔ کہ دو اشخاص ایک نوجوان کو پکڑے ہُوئے لائے۔ اور فریاد کی۔ اے امیرالمومنین۔ اس سے ہمارا حق دلوایئے اس ظالم نے ہمارے بوڑھے باپ کو مار ڈالا ہے۔

حضرت عمر فاروق رض نے ان کی فریاد کو سُنا اور نوجوان سے فرمایا۔ بتا تیرا کیا جواب ہے۔ وہ نوجوان نہایت ادب سے بولا۔ کہ مَیں نے جرم ضرور کیا ہے۔ اور ہُوا یوں۔ کہ میرا عزیز از جان اُونٹ جو کہ ان کے باغ میں چلاگیا تھا۔ ان کے والد نے پتھر مارکر اُس کی آنکھ پھوڑ دی۔ میں نے طیش میں آکر اُس کے پتھر کھینچ مارا جس سے وہ ضعیف مرگیا۔

حضرت فاروقِ اعظم رض نے فرمایا۔ کہ تو جرم کا اعتراف کرتا ہے۔ لہٰذا اب قصاص کا عمل لازم ہو گیا ہے۔ اور اس کے عوض تمہیں اپنی جان دینا ہوگی۔ نوجوان نے عرض کیا۔ مجھے شریعت اسلام کا فتویٰ ماننے میں کوئی عذر نہیں البتہ ایک درخواست ہے۔ اور وہ یہ کہ میرا ایک نابالغ بھائی ہے جس کے لئے والد مرحوم نے کچھ رقم چھوڑی تھی جس کا حال سوائے میرے کسی کو معلوم نہیں۔ اگر وہ رقم اُس کو نہ پہنچی تو قیامت کے دن مَیں ذمہ دار ہوں گا۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ تین دن کے لئے ضمانت پر چھوڑ دیا جاؤں۔

فاروقِ اعظم رض نے غور کرنے کے بعد فرمایا۔ اچھا بتا۔ کون تیری ضمانت دیتا ہے۔ نوجوان نے حاضرینِ مجلس کے چہروں پر سرسری نگاہ ڈالی اور پھر حضرت ابو ذر غفاری رض کی طرف اشارہ کرکے عرض کیا۔ یہ میری ضمانت دید ینگے۔ حضرت فاروق رض نے پوچھا۔ ابو ذر تم ضمانت دیتے ہو۔ اُنھوں نے فرمایا۔ بیشک مَیں ضمانت دیتا ہوں۔ کہ یہ نوجوان تین دن کے بعد حاضر ہو جائیگا ابوذر رض جیسے جلیل القدر صحابی کی ضمانت فاروقِ اعظم رض مان گئے۔

دونوں نوجوانوں نے بھی رضا مندی دے دی اور مجرم نوجوان چھوڑ دیا گیا۔

تیسرا دن تھا۔ فاروق اعظم رض کا دربار لگا ہُوا تھا۔ صحابہ کرام رض جمع تھے۔ دونوں مدعی نوجوان بھی موجود تھے۔ حضرت ابو ذر غفاری رض بھی تشریف لے آئے۔ وقت گزرتا جاتا ہے۔ لیکن مجرم کا کہیں پتہ نہ تھا۔ صحابہ کرام کو تشویش ہوئی۔ مدعیوں نے پوچھا۔ اے ابو ذر ہمارا مجرم کہاں ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ اگر وہ نوجوان وقتِ مقررہ تک نہ آیا تو خُدا کی قسم مَیں اپنی ضمانت پوری کروں گا۔ حضرت فاروقِ اعظم رض نے فرمایا۔ اگر وہ نوجوان نہ آیا تو ابو ذر کے ساتھ بھی وہی کرنا پڑے گا جس کی شریعت اسلامیہ حکم دیتی ہے۔

یہ سُنتے ہی بعض صحابہ کرام کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اُنھوں نے مدعیوں سے کہا۔ کہ تم معاوضہ قبول کر لو۔ اُنہوں نے کہا ہم خُون کے بدلے خُون چاہتے ہیں۔

غرض لوگ ایسی پریشانی کے عالم میں تھے۔ کہ وہ مجرم نوجوان نمودار ہُوا۔ مگر اس حالت میں کہ پسینہ میں ڈوبا اور سانس پھولی ہوئی تھی۔ اُس نے آتے ہی حضرت کو ادب سے سلام کیا اور عرض کیا۔ مَیں نے بچّے کو اس کے ماموں کے سپرد کر دیا ہے اور اُس کی جائداد انہیں بتا دی ہے۔ آپ خُدا اور رسولؐ کا حکم بجا لائیے۔

حضرت ابو ذر نے فرمایا۔ اے امیرالمومنین! خُدا کی قسم۔ مَیں اس شخص کو جانتا بھی نہ تھا۔ مگر سب کو چھوڑ کر مجھے اس نے اپنا ضامن بنایا۔ تو مَیں انکار نہ کر سکا۔ مجھے اُس کے چہرے سے معلوم ہُوا۔ کہ یہ شخص اپنے عہد میں سچّا ہوگا۔ اس لئے اس کی ضمانت کرلی۔

اس کے آنے سے حاضرین میں جوش پیدا ہو گیا تھا کہ دونوں مدعی نوجوانوں نے عرض کیا۔ کہ اے امیرالمومنین! ہم نے اپنے باپ کا خون معاف کیا۔ سب خوش تھے۔ حضرت فاروق اعظم رض کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ اور فرمایا کہ اے نوجوانو۔ مَیں تمہارے باپ کے خون کا معاوضہ بیت المال سے ادا کرونگا اُنھوں نے عرض کیا۔ امیرالمومنین۔ ہم اس حق کو خالص خُدا کی خوشنودی کے لئے معاف کر چکے ہیں۔ لہٰذا ہمیں کچھ لینے کا حق نہیں ہے۔ اور نہ لیں گے۔

عزیز بچّو! عہدِ فاروق رضی اللہ عنہ کے اس زرّیں واقعہ سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے۔ کہ وعدہ ایفائی ہر انسان پر فرض ہے۔ اگر وعدہ کرکے اس کو پُورا نہ کیا جائے۔ تو خُدا و رسولؐ ناراض ہو جاتے ہیں۔

بدلہ لینے کی بجائے معاف کر دینا نیکی ہے۔ اور اس سے خدا اور اس کا رسول بھی خوش ہوتے ہیں۔

ننھّے مجاہد کا گیت

مَیں پیغام حق کا سُنا کر رہوں گا
جو سوئے ہیں اُن کو جگا کر رہوں گا
زمانے سے نقشِ دُوئی کو مٹا کر
مسلماں کی عظمت بڑھا کر رہوں گا
پھنسی ہے بھنور میں جو ملّت کی کشتی
کنارے پہ اُس کو لگا کر رہوں گا
جو بھٹکے ہُوئے ہیں صحیح راستے سے
انہیں راہ حق پر مَیں لا کر رہوں گا

طالب ربانی (آنگرہ)

ایڈیٹر
عبد المنان چوہان

شرح چندہ
سالانہ - بارہ روپے
ششماہی - سات روپے
سہ ماہی - تین روپے آٹھ آنے

شرح اشتہارات
آخری صفحہ ۴ روپے فی انچ سنگل کالم
اندرون ۳ روپے 〃 〃

رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۰۴۷

پاک و ہند کے جیّد علماء کرام کا مُصدّقہ

قرآن عزیز

مجلّد

تقطیع ۲۲×۲۹/۸

مترجم و محشی

مُرتّبہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ

فوائد

۱- ہر سورۃ کا عنوان

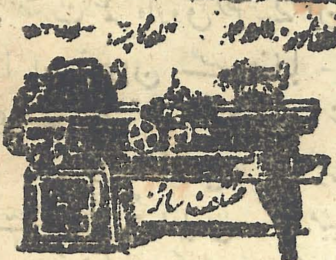
۲- ہر رکوع کے شروع میں خلاصہ اور مآخذ

۳- ربطِ آیات

۴- کاغذ - کتابت - طباعت معیاری

ہدیہ مجلّد ۹ لعہ ہر حالت میں پیشگی آنا چاہیئے علاوہ محصولڈاک ۱/۸

ملنے کا پتہ :- ناظم انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور



پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا۔